Regd.# MC-1366

دینی اخلاق اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

فہمِ دین

جلد 10 / شمارہ 11 / مئی / 2021

BAITUSSALAM PUBLICATIONS

Available on the App Store

GET IT ON Google Play

بیت السلام پبلیکیشن
کے تمام میگزین
ایک کلک کے فاصلے پر

ماہنامہ فہم دین (اردو)
سہ ماہی مجلۃ السلام (عربی)
سہ ماہی انٹیلکٹ (انگلش)
ماہانہ ریڈینس (انگریزی)
نیوز بلیٹن (اردو، انگریزی)

پلے اسٹور سے BAITUSSLAM
ایپ ڈاؤن لوڈ کیجیے اور ملاحظہ کیجیے

اس کے علاوہ اس ایپ میں آپ پائیں گے

• تلاوت کے لیے قرآن کریم کا نسخہ • نماز کے اوقات • قبلہ نما (دوران سفر سمت قبلہ جاننے کی سہولت)
• شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کے اصلاحی بیانات
• حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ کے تمام بیانات اور خطبات • اصلاحی مواعظ کے کتابچے
• اندرون و بیرون ملک بیت السلام کی تعلیمی اور رفاہی خدمات کی تفصیلات
• بیت السلام کی تعلیمی اور رفاہی خدمت میں شامل ہونے کی رہ نمائی
• اجتماعی قربانی میں حصہ لینے سمیت زکوۃ، صدقات اور عطیات کی رقوم آن لائن بھیجنے کی رہ نمائی
اور بھی بہت کچھ

BaitussalamWelfareTrust | baitussalamwelfaretrust | Baitussalam
baitussalam_org | 923162881088 | Baitussalam_Org

ماہ نامہ

فہمِ دین

کراچی

مئی 2021

فہم وفکر

سیزن کا جوبن	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہم حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ	08

مضامین

تزکیہ نفس	آسیہ عمران	10
ناسمجھی کی قیمت	ام ایمن	11
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	ندا اختر	12
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد آحید	15
امراضِ دل	حکیم شمیم احمد	16

خواتین اسلام

انوکھی عیدی	ام نسیبہ	19
آج عید ہے	روبینہ عبد القدیر	20
بلاعنوان	بنت عامر	22
صوم اولین	فروا اشتیاق	23
عید کی چھٹی	لطافت	25
عید کا مزہ	بنت جمال زیب	26
بہو نہیں بیٹی	افشاں اقبال	27
وہ ایک لمحہ	انعم توصیف	28
برکت	عمارہ فہیم	30
اس بار کی عید۔۔۔	اہلیہ محمد فیصل	31

باغیچہ اطفال

بیلا کی عید	آمنہ بخاری	33
ہاتھی بچوں کا ساتھی	فوزیہ خلیل	34
آگے کنواں پیچھے کھائی	ڈاکٹر الماس روحی	35
داؤں کی ملکہ	حوریہ بتول	36
یہی تو ہے عید	سویرا فلک	37
کون ہیں وہ؟	نظیر فاطمہ	37
احمد کے تحفے	سمیرا انور	38
بچوں کے فن پارے		40
انعامات ہی انعامات		41

بزم ادب

ماہِ رمضان الوداع	جوہر عباد	42
گلدستہ		44

اخبار السلام

مجبوروں اور لاچاروں کا غمخوار	خالد معین	46

زیر سرپرستی

حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	قاری عبد الرحمٰن
ناظم	خالد عبد الرشید
نظرثانی	طارق محمود
تزئین وآرائش	ایم اے کے انوویشن

آراء وتجاویز کے لیے

0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0314-2981344

marketing@fahmedeen.org

خط وکتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالے کے اجرا کے لیے

C-26 گراؤنڈ فلور سن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابان جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرِ تعاون

فی شمارہ:	40 روپے
سالانہ فیس:	520 روپے
بیرون ملک بدل اشتراک:	35 ڈالر

ناشر	مطبع	مقام اشاعت
فیصل زبیر	واسا پرنٹر	دفتر فہم دین

سیزن کا جوبن

مدیر کے قلم سے

ایک ہوتا ہے سیزن اور ایک ہوتا ہے سیزن کا جوبن۔ تاجر لوگ اسے زیادہ سمجھتے ہیں۔ رمضان پورا ہی خدا کی رحمتوں کا مرکز ہے، مگر آخری عشرے میں خدا کی رحمت اپنے جوبن پر پہنچ جاتی ہے۔ بیس روزے گزر چکے ہوتے ہیں، رحمت اور مغفرت والا عشرہ بھی گزر چکا ہوتا ہے۔ خدا کے چاہنے والوں کے کئی کئی قرآن بھی ختم ہو چکے ہوتے ہیں، بیس روزے بھی رکھے جا چکے ہوتے ہیں، تراویح کی چار سو رکعتوں میں آٹھ سو سجدے رب کے حضور اضافی ہو چکے ہوتے ہیں، تراویح کی نماز میں دو تہائی قرآن قیام میں سنا جا چکا ہوتا ہے۔ سحری میں، رات کی خلوت میں اور افطاری میں خالی پیٹ رب سے بارہا آہ وزاری کی جا چکی ہوتی ہے۔ ایسے میں آخری عشرے کی آمد ہوتی ہے۔

ایک ہوتا ہے سیزن اور ایک ہوتا ہے سیزن کا جوبن۔ رمضان المبارک پورا ہی سیزن ہے، مگر یہ آخری عشرہ اس سیزن کا جوبن ہے۔ پہلا عشرہ رحمت ہے، دوسرا عشرہ مغفرت ہے، مگر تیسرا عشرہ جہنم سے خلاصی کا ہے۔ اپنے گھر میں دس دِن ٹھہرنے کو اسی عشرے میں عبادت بنایا، پھر اس میں بھی ایک رات کو خصوصی بنا دیا۔ صرف دو چار دس بیس سو دِن یا مہینے نہیں، ہزار مہینوں سے بڑھ کے قرار دیا۔ پھر چاند رات عطا کر دی، پورے مہینے میں جتنے لوگوں کو جہنم سے چھٹکارا ملتا ہے، اس ایک رات میں اس سے زیادہ لوگوں کو جہنم سے رہائی ملتی ہے۔

ایک ہوتا ہے سیزن اور ایک ہوتا ہے سیزن کا جوبن۔ سیزن میں اللہ کی محبت کے متوالوں کے تو مزے ہوتے ہیں، اُن کی تو پورے سال کی کمائی ایک طرف اور اس ماہ اور پھر آخری عشرے کی کمائی اس سے کہیں زیادہ۔ مگر جن کے دل میں یہ محبت رچی بسی نہیں ہوتی، جو ویسے ہی سیزن دیکھ کر بازار میں اپنا ٹھیلا لگا لیتے ہیں، مسجد میں آ جاتے ہیں، قرآن مجید کھول لیتے ہیں، رونے والی شکل بنا لیتے ہیں، نمازوں کی ہمت کر کے پابندی کر لیتے ہیں، سوشل میڈیا کے پیکیج چھوڑ دیتے ہیں، اذان سنتے ہی مسجد کا رُخ کر لیتے ہیں، دِل پر جبر کر کے گناہوں سے دوری اختیار کر لیتے ہیں۔ ارے میرے سرکار! کیا خیال ہے آپ کا! سیزن کا ٹھیلا ہو، چاہے کوئی اناڑی ہو، محروم رہے گا کیا! کبھی بھی نہیں! ٹھیلا تو لگائے، میدان میں تو آئے، خدا کو تو منائے، جھولی تو پھیلائے، منگتوں کی شکل تو بنائے، آنسو تو بہائے، سجدوں میں سر تو ٹیکے، دعا کے لیے ہاتھ تو اٹھائے، ہاں قرآن تو کھولے، کیسے محروم رہے گا کیسے ؟؟؟

قارئینِ گرامی! ایک ہوتا ہے سیزن اور ایک ہوتا ہے سیزن کا جوبن۔ رمضان کا آخری عشرہ سیزن کا جوبن ہے۔ خدا کی رحمت ٹھاٹھیں مار رہی ہو، بہانے بہانے سے جہنم سے آزادی مل رہی ہو، خدا کا دُشمن زنجیروں میں جکڑا ہوا ہو اور پھر بھی میں خدا کو نہ منا سکوں، جہنم سے چھٹکارا نہ پا سکوں، جنت کا حق دار نہ بن سکوں، یہ ایسی محرومی ہے کہ حضرت جبریل امیں بھی کہہ اٹھے کہ بدبخت ہے وہ شخص جو رمضان المبارک کا بخششوں کی سیزن والا مہینا پائے اور پھر بھی اپنی بخشش نہ کرا سکے۔ وہ نبی جو رحمۃ للعالمین ﷺ ہیں، جنہوں نے وفات کے وقت حضرت جبریل امینؑ سے فرمایا کہ جبریل! اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر آیئے کہ میرے بعد میری امت کا کیا بنے گا؟ وہ نبیؐ رحمت بھی حضرتِ جبریل کی اس بددُعا پر آمین کہہ اٹھے۔

قارئین گرامی! ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا، آدھا رمضان المبارک گزرا ہے، مگر آدھا باقی ہے۔ بہتی گنگا ہے، برستی رحمت ہے، پانچوں گھی میں ہیں اور سر کڑھائی میں ہے اور کیا چاہیے؟ آسمان سے صدائیں آ رہی ہیں: ہے کوئی بخشش چاہنے والا، جس کی ہم بخشش کریں۔ ہے کوئی رحمت کا طلب گار، جس پر خدائے رحیم اپنی رحمت کرے۔ پھر کیوں بنیں ہم محروم! اعتکاف کر لینا چاہیے، شبِ قدر کی تلاش میں طاق راتیں جاگ لینی چاہییں، تلاوت کا معمول بڑھا دینا چاہیے۔ سب غیر ضروری کام چھوڑ دینے چاہییں، مسجد کا پیوند بن جانا چاہیے۔ قارئین! لاکھ باتوں کی ایک بات! خدا کو منا لینا چاہیے، خدا کو منا لینا چاہیے اور بس خدا کو منا لینا چاہیے۔ کاش! ہمارا شمار بھی اُن خوش نصیبوں میں ہو جائے! والسلام

اخوکم فی اللہ

محمد خرم شہزاد

النسا 76-78

فہمِ قرآن

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۚ وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ
الطَّاغُوۡتِ فَقَاتِلُوۡۤا اَوۡلِیَآءَ الشَّیۡطٰنِ ۚ اِنَّ کَیۡدَ الشَّیۡطٰنِ کَانَ ضَعِیۡفًا 76

ترجمہ : جو لوگ ایمان لائے ہوئے ہیں ' وہ اللہ کے رستے میں لڑتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے ' وہ طاغوت کے راستے میں لڑتے ہیں ' لہٰذا (اے مسلمانو!) تم شیطان کے دوستوں سے لڑو (یادرکھو کہ) شیطان کی چالیں در حقیقت کمزور ہیں۔ 76

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ قِیۡلَ لَہُمۡ کُفُّوۡۤا اَیۡدِیَکُمۡ وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ۚ فَلَمَّا
کُتِبَ عَلَیۡہِمُ الۡقِتَالُ اِذَا فَرِیۡقٌ مِّنۡہُمۡ یَخۡشَوۡنَ النَّاسَ کَخَشۡیَۃِ اللّٰہِ اَوۡ اَشَدَّ
خَشۡیَۃً ۚ وَقَالُوۡا رَبَّنَا لِمَ کَتَبۡتَ عَلَیۡنَا الۡقِتَالَ ۚ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنَاۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیۡبٍ ؕ قُلۡ
مَتَاعُ الدُّنۡیَا قَلِیۡلٌ ۚ وَالۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی ۟ وَلَا تُظۡلَمُوۡنَ فَتِیۡلًا 77

ترجمہ : کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا ' جن سے (مکی زندگی میں) کہا جاتا تھا کہ اپنے ہاتھ روک کر رکھو اور نماز قائم کیے جاؤ اور زکوۃ دیتے رہو ' پھر جب ان پر جنگ فرض کی گئی تو ان میں سے ایک جماعت (دشمن) لوگوں سے ایسی ڈرنے لگی ' جیسے اللہ سے ڈرا جاتا ہے یا اس سے بھی زیادہ ڈرنے لگی اور ایسے لوگ کہنے لگے کہ "اے ہمارے پروردگار! آپ نے ہم پر جنگ کیوں فرض کر دی ' تھوڑی مدّت تک ہمیں مہلت کیوں نہیں دی؟" کہہ دو کہ دنیا کا فائدہ تو تھوڑا سا ہے اور جو شخص تقویٰ اختیار کرے ' اس کے لیے آخرت کہیں زیادہ بہتر ہے اور تم پر ایک تاگے کے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ 77

تشریح نمبر 1: مکہ مکرّمہ میں جب مسلمان کفار کے سخت ظلم و ستم کا سامنا کر رہے تھے ' اس وقت بہت سے حضرات کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوتا تھا کہ وہ ان کافروں سے انتقام لینے کے لیے جنگ کریں ' لیکن اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد کا حکم نہیں آیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کی مصلحت اس میں تھی کہ وہ صبر وضبط کی بھٹی سے گزر کر اعلیٰ اخلاق سے آراستہ ہوں اور پھر جہاد کریں تو وہ محض ذاتی انتقام کے جذبے سے نہ ہو بلکہ اللہ کی رضا کی خاطر ہو ' لہٰذا اس وقت جب کچھ مسلمان جہاد کی تمنّا کرتے تو ان سے یہی کہا جاتا تھا کہ ابھی اپنے ہاتھ روک کر رکھو اور جہاد کے بجائے نماز اور زکوۃ وغیرہ کے احکام پر عمل کرتے رہو۔ بعد میں جب یہ حضرات ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو جہاد فرض ہوا۔ اس وقت چوں کہ ان کی پرانی تمنّا پوری ہو گئی تھی ' اس لیے انھیں خوش ہونا چاہیے تھا ' لیکن ان میں سے بعض حضرات کے دل میں یہ خیال آیا کہ تقریباً تیرہ سال کی صبر آزما تکلیفوں کے بعد اب ذرا سکون اور عافیت کی زندگی میسّر ہے ' اس لیے جہاد کا حکم کچھ مزید مؤخر ہو جاتا تو اچھا تھا۔ ان کی یہ خواہش اللہ تعالیٰ کے حکم پر کوئی اعتراض نہیں تھا ' بلکہ بشریت کا ایک تقاضا تھا ' لیکن اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس پر تنبیہ فرمائی کہ رسول ﷺ کے برگزیدہ صحابہ کا مقام اس بات سے بلند ہونا چاہیے کہ وہ کسی وقت دنیاوی راحت و آرام کو اتنی اہمیت دیں کہ خاطر آخرت کے فوائد کو کچھ عرصے کے لیے ہی سہی مؤخر کرنے کی آرزو کرنے لگیں۔

اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ ؕ وَاِنۡ تُصِبۡہُمۡ
حَسَنَۃٌ یَّقُوۡلُوۡا ہٰذِہٖ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡہُمۡ سَیِّئَۃٌ یَّقُوۡلُوۡا ہٰذِہٖ مِنۡ عِنۡدِکَ ؕ قُلۡ
کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ؕ فَمَالِ ہٰۤؤُلَآءِ الۡقَوۡمِ لَا یَکَادُوۡنَ یَفۡقَہُوۡنَ حَدِیۡثًا 78

ترجمہ : تم جہاں بھی ہوگے (ایک نہ ایک دن) موت تمہیں جا پکڑے گی ' چاہے تم مضبوط قلعے میں کیوں نہ رہ رہے ہو اور اگر ان (منافقوں) کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر ان کو کوئی برا واقعہ پیش آجاتا ہے تو (اے پیغمبر!) وہ (تم سے) کہتے ہیں کہ یہ برا واقعہ آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔ کہہ دو کہ ہر واقعہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ کوئی بات سمجھنے کے نزدیک تک نہیں آتے؟ 78

فہمِ حدیث

شبِ قدر کی خاص دعا

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ اَرَاَيْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَىُّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِيْهَا قَالَ قُوْلِىْ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّىْ

(رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے بتائیے کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کون سی رات شبِ قدر ہے تو میں اس رات اللہ سے کیا عرض کروں اور کیا دعا مانگوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عرض کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّىْ

”اے میرے رب! تو بہت معاف فرمانے والا اور بڑا کرم فرما ہے اور معاف کر دینا تجھے پسند ہے، پس تو میری خطائیں معاف فرما دے۔“ (جامع ترمذی)

تشریح نمبر1: اس حدیث کی بنا پر اللہ کے بہت سے بندوں کا یہ معمول ہے کہ وہ ہر رات میں یہ دعا خصوصیت سے کرتے ہیں اور رمضان مبارک کی راتوں میں اور ان میں سے بھی خاص کر آخری عشرہ کی طاق راتوں میں اس دعا کا اور بھی زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔

رمضان کی آخری رات

عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ قَالَ يُغْفَرُ لِاُمَّتِهِ فِىْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللهِ اَهِىَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ قَالَ لَا وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ اِنَّمَا يُوَفّٰى أَجْرُهُ أِذَا قَضٰى عَمَلَهُ (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”رمضان کی آخری رات میں آپ کی امت کے لیے مغفرت اور بخشش کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا وہ شب قدر ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شبِ قدر تو نہیں ہوتی، لیکن بات یہ ہے کہ عمل کرنے والا جب اپنا عمل پورا کر دے تو اس کو پوری اجرت مل جاتی ہے۔“ (مسند احمد)

تشریح نمبر2: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان المبارک کی آخری رات بھی خاص مغفرت کے فیصلے کی رات ہے، لیکن اس رات میں مغفرت اور بخشش کا فیصلہ انہی بندوں کے لیے ہوگا جو رمضان مبارک کے عملی مطالبات کسی درجہ میں پورے کر کے اس کا استحقاق پیدا کر لیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔

صدقۂ فطر

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم زَكٰوةَ الْفِطْرِ طُهْرًا لِلصِّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنِ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزوں کو فضول و لایعنی اور فحش باتوں کے اثرات سے پاک صاف کرنے کے لیے اور مسکینوں محتاجوں کے کھانے کا بندوبست کرنے کے لیے صدقۂ فطر واجب قرار دیا۔ (سنن ابی داؤد)

تشریح نمبر3: اس حدیث میں صدقۂ فطر کی دو حکمتوں اور اس کے دو خاص فائدوں کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ ایک یہ کہ مسلمانوں کے جشن و مسرّت کے اس دن میں صدقۂ فطر کے ذریعہ محتاجوں مسکینوں کی بھی شکم سیری اور آسودگی کا انتظام ہو جائے گا اور دوسرے یہ کہ زبان کی بے احتیاطیوں اور بے باکیوں سے روزے پر جو برے اثرات پڑے ہوں گے، یہ صدقۂ فطر ان کا بھی کفارہ اور فدیہ ہو جائے گا۔

Shangrila
THE FOOD EXPERTS!
SHANGRILA
KETCHUP AND SAUCES
Shangrila
GARLIC
CHILLI
SAUCE
Shangrila
TOMATO
KETCHUP
Real
Shangrila
PIZZA
SAUCE
Authentic Italian Recipe
KHAANON KAY
MUST HAVES!

ایک رات!

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ ○ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ الرُّوۡحُ فِیۡہَا
بِاِذۡنِ رَبِّہِمۡ ۚ مِنۡ کُلِّ اَمۡرٍ ○ سَلٰمٌ ۟ ہِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ○

رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اللہ تعالی نے ایک بہت عظیم الشان رات رکھی ہے، جس کی عظمت واہمیت دلوں میں پیدا کرنے کے لیے یوں کہا: جانتے ہو یہ رات کیا ہے اور اس رات میں کیا ہے! پھر کچھ نمونہ بتایا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں یعنی 83 سال 4 مہینے کی عبادت سے افضل ہے۔

کسی منڈی اور بازار کا پتا چلے کہ وہاں ایک کا فائدہ 50 گنا 100 گنا ہے تو بھلا کون ہو گا جو اس نفع کو نظر انداز کردے، پھر دنیا کی کاروباری رعایتیں عارضی اور وقتی ہوتی ہیں، یہاں تو دائمی پیش کش ہے۔ منسوخی کا کوئی امکان نہیں اور یہ خبر محض گمان نہیں، پکی سچی خبر ہے۔ کہنے والی ذات اللہ تعالی کی اور بھلا اللہ سے بڑھ کے سچا اور پکا قول کس کا ہو سکتا ہے!

جبرئیل امین فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اس رات آتے ہیں جو بھی کہیں گھر میں مسجد میں، سجدے میں، قیام میں، رکوع میں، دعاؤں میں، تلاوت میں مشغول ہوتا ہے، اپنی جماعت کے ساتھ مل کر اس کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں۔ برکتوں اور رحمتوں کا یہ سلسلہ کسی ایک گھڑی میں نہیں ہوتا، کسی خاص وقت میں نہیں ہوتا، طلوع فجر تک یہ رحمتوں کا، برکتوں کا، بخششوں کا فیصلہ جاری رہتا ہے۔ اللہ ہمیں قدر نصیب فرمادے۔ آمین!

قدر دانوں کے لیے تو سارا مہینا ہی جاگنا آسان ہے، آخری عشرہ کیا، طاق راتیں کیا قدر دانوں کے یہاں تو سارے مہینوں کی راتوں کو زندہ کرنا اپنی عبادتوں سے آسان ہے، کمائی کتنی ہے؟ لیکن تراسی سال کی عبادت، یہ وہ مبارک گھڑیاں ہیں کہ اس تھوڑے وقت میں بہت کمائی ہو سکتی ہے۔ دنیا میں آدمی کاروباری سیزن میں اپنا ایک ہدف مقرر کرتا ہے کہ میں نے اس سیزن میں یہ ہدف پالینا ہے۔ میں نے اس ٹارگٹ تک پہنچنا ہے، اگر اسے وہ ہدف اور ٹارگٹ نہ ملے تو کہتا ہے سیزن نہیں لگا۔ کمائی ہوئی ہے، کاروبار ہوا ہے، لین دین ہوا ہے، تجارت ہوئی ہے، خرید و فروخت ہوئی ہے، آمدنی بھی ہوئی ہے، لیکن ٹارگٹ پورا نہ ہو تو کہتا ہے سیزن نہیں لگا۔ اور جس کو سیزن میں ہدف مل جائے پورا سال مطمئن رہتا ہے۔ سیزن اچھا لگ گیا ہے اور اگر چند سال تک اس کے ہدف پورے ہوتے رہیں، چند سال تک اس کے سیزن کے اہداف پورے ہوتے جائیں، پھر کیا ہوتا ہے؟ اس کے بچے پیلے اسکولوں سے ہٹ کر پر شکوہ عمارت والے اسکولوں میں آجاتے ہیں۔ اس کی گاڑی کا ماڈل بدل جاتا ہے، وہ کالونیوں سے سوسائٹیوں میں اور سوسائٹیوں سے ڈیفنس میں آجاتا ہے۔ اس کا رہن سہن اوڑھنا بچھونا بدل جاتا ہے، اس کے یار دوست بدل جاتے ہیں، نشستیں بدل جاتی ہیں، غمی خوشی کے نقشے بدل جاتے ہیں کہ اس نے جو سیزن کے اہداف مقرر کیے تھے، کئی سال سے وہ پورے ہورہے ہیں۔ سب ہی کچھ بدل جاتا ہے اور ایسا نہیں میں اور آپ کئی ایسے لوگوں کو جانتے ہیں، بلکہ ہمارے ساتھ خود بیت رہی ہوتی ہے تو جب آمدنی اچھی ہوتی ہے تو سب ہی کچھ خود بخود تبدیل ہونے لگتا ہے۔

رمضان کا بھی ایک ہدف ہے۔ نیکیاں کمانے والوں کے لیے رمضان سیزن ہے اور اس سیزن کا ہدف بھی۔ جسے یہ ہدف مل گیا اسے گویا رمضان کا سیزن مل گیا۔

ایک مسلمان 15، 20، 25 سال سے رمضان پاتا ہے، روزے رکھتا ہے، تراویح پڑھتا ہے، تلاوت کرتا ہے، سحری افطاری کرتا ہے۔ دعا و مناجات، آہ و زاری۔ سب کچھ کرتا ہے اور یہ ساری عبادتیں مبارک۔ لیکن اگر وہ ہدف نہیں پاتا، وہ ٹارگٹ نہیں حاصل کرتا۔ جب اس کا سیزن ہی نہیں لگتا تو پھر پورے سال میں تبدیلی کیسے آئے؟ ہدف ہی نہیں پایا تو پورے سال میں تبدیلی کیسے آئے؟ کاروباری سیزن میں ہدف پالیا جائے تو پورا سال اطمینان سے گزرتا ہے۔ میرے اور آپ کے پیارے حبیب صَلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے رمضان کا ہدف مل گیا اس کا پورا سال سلامتی سے گزر گیا۔ وہ تو پورے سال اس رمضان کی کمائی استعمال کرتا ہے۔ وہ تو پورے سال رمضان کی طاقت سے سفر طے کرتا ہے۔ کاروباری سیزن میں خرید و فروخت ہوتی ہے، لین دین ہوتا ہے، چیزیں بکتی ہیں، بیچی جاتی ہیں، لیکن ہدف مقرر نہ ہو لوگ کہتے ہیں سیزن نہیں لگا۔ اس دفعہ سیزن نہیں لگا۔ رمضان کا بھی ایک ہدف، جو اللہ نے مقرر کیا ہے؟ قرآن نے بتایا ہے، رمضان کا ہدف اللہ نے یہ مقرر کیا ہے لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے۔ یہ رمضان کا ہدف ہے اور تقویٰ کس کا نام ہے؟ گناہ نہ ہو۔۔۔ ناں ناں!! اس کی زندگی میں کبھی گناہ نہ رہے!!! ایسا نہیں، یہ تقویٰ نہیں ہے، تقویٰ یہ ہے کہ اپنی پوری زندگی میں عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق، ظاہری، باطنی گھریلو، بازاری، نجی زندگی، اجتماعی زندگی، غمی خوشی اس پوری زندگی

میں اس احتیاط سے زندگی گزارنے لگے کہ میرا اللہ مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔ یہ ہے ہدف رمضان کا۔۔۔ یہ فکر پیدا ہو جائے' یہ احساس پیدا ہو جائے' یہ بے چینی پیدا ہو جائے۔

حضرت اُبی بن کعب ؓ سے حضرت عمر ؓ نے پوچھا! اُبی تقویٰ کیا ہے؟ حضرت اُبی ؓ فرمانے لگے: عمر ؓ کسی ایسے راستے میں گزرے ہو' جو راستہ بھی تنگ ہو اور دائیں بائیں جھاڑیاں ہوں اور وہ کانٹے دار ہوں تو کس طریقے سے گزرتے ہیں؟ حضرت عمر ؓ فرمانے لگے: کپڑے سمیٹ لیتا ہوں' دامن سنبھال لیتا ہوں' کہیں دامن کسی کانٹے سے الجھنے نہ پائے۔ تو حضرت اُبی ؓ فرمانے لگے: عمر زندگی کے اس سفر میں کچھ اس احتیاط سے زندگی گزارو کہ تمہارا دامن کسی گناہ سے الجھنے نہ پائے' کچھ اس احتیاط سے زندگی گزارو' اپنی معاشرت' اپنے معاملات' اپنے اخلاق' اپنی آنکھ' اپنی زبان' اپنا کاروبار' اپنی خوشیاں' اپنی نجی اجتماعی زندگی اس احتیاط سے گزارو کہ تمہارا دامن کسی گناہ کے کانٹے سے الجھنے نہ پائے۔

ایک ماں پوری احتیاط کرتی ہے' بچے کو جب پاخانہ کراتی ہے' پیشاب کراتی ہے کہ اس کے پیشاب اور اس کے پاخانہ سے اس کے کپڑے گندے نہ ہوں' پوری احتیاط کرتی ہے کہ اس کے کپڑے خراب نہ ہوں' پوری احتیاط کے بعد بھی بسا اوقات گندگی لگ جاتی ہے' لیکن یہ بھی سوچنے کی بات ہے جب احتیاط پوری ہے' احساس اور فکر مکمل ہے۔ توجہ بھی ہے لیکن پھر گندگی لگ گئی تو بتایئے کیا اس گندگی کے ساتھ وہ خاتون کھانا کھاتی ہے؟ کیا اس گندگی کے ساتھ وہ آرام کرتی ہے؟ کیا وہ اس گندگی کے ساتھ غمی خوشیوں میں شریک ہوتی ہے؟ نہیں اور یقینا نہیں' جب تک اس گندگی کو صاف نہ کرلے' اس وقت تک اسے چین نہیں آتا۔

تقویٰ اسی کا نام ہے۔ زندگی کے اس سفر میں میرا دامن گناہوں کے کانٹوں سے الجھنے نہ پائے' پھر بھی الجھ سکتا ہے' پھر بھی گناہ کا داغ لگ سکتا ہے' لیکن اُس ماں کی طرح ہو کہ چین نہ آئے' سکون نہ آئے' نہ کھانے میں مزہ نہ پینے میں مزہ' نہ عزیز و اقارب میں مزہ' نہ سونے میں مزہ' چین نہ آئے جب تک اس گناہ کی گندگی کو دامن سے صاف نہ کرلے' چین نہ آئے۔ اللہ کہہ رہا ہے' یہ وہ خوش نصیب آدمی ہے' جس کے پاس تقویٰ کی دولت موجود ہے:

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ یہ اللہ نے اہل تقویٰ کی خوبی ذکر فرمائی ہے۔ گناہ ہو جائے گا' کوتاہی خطا کر بیٹھے گا' لیکن فکر لگی ہے' دامن الجھنے نہ پائے' کانٹے سے الجھنے نہ پائے تو اگر گند لگ بھی گیا' چین نہیں آئے گا' نیند نہیں آئے گی' رات نہیں آئے گی اس کی زندگی میں' جب تک توبہ نہ کرلے' سکون نہ آئے' جب تک توبہ نہ کرلے۔ رمضان کا ہدف یہ ہے' اس سیزن کی کمائی یہ ہے کہ یہ بے چینی پیدا ہو جائے' یہ فکر پیدا ہو جائے' یہ احساس پیدا ہو جائے کہ اس زندگی کے سفر میں میرا دامن کسی گناہ سے الجھنے نہ پائے' میں عرض کر رہا ہوں' پھر بھی الجھ گیا' چین نہ آئے۔ جب تک کہ اس گناہ کی گندگی کا ازالہ نہ ہو' یہ بھی تقویٰ ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ یہ لوگ متقی ہیں اگر شیطان ان لوگوں کو گندگی میں ڈال بھی دے تو فوراً بیدار ہو جاتے ہیں' فوراً ہوش میں آجاتے ہیں۔ اور شیطان کی اس گندگی سے اپنا دامن صاف کرلیتے ہیں۔ یہ بھی تقویٰ ہے۔

نمازیں' روزے' عبادات سب مبارک' لیکن رمضان کی کمائی' رمضان کا ہدف' رمضان کی اصل کمائی کیا ہے؟ تقویٰ مل جائے' یہ ہدف اللہ نے مقرر کیا ہے اور سچ بات یہ ہے کہ جس خوش نصیب کو یہ ہدف پہلے ہفتے میں مل جائے' اس کا دوسرا ہفتہ پہلے سے بڑھیا اور تیسرا دوسرے سے بڑھیا اور چوتھا ہفتہ تیسرے سے بڑھیا' جس خوش نصیب کو یہ ہدف مل گیا' اس کا دوسرا عشرہ پہلے عشرہ سے بڑھیا اور اس کا دوسرا عشرہ تیسرے عشرہ سے بڑھیا۔

ارے بھائی! جس آدمی کا سیزن لگ جاتا ہے' اس کے تو وارے نیارے ہو جاتے ہیں' سب ہی کچھ بدل جاتا ہے۔ سبحان اللہ! جس خوش نصیب کو یہ مل جاتا ہے' اس کا صرف رمضان نہیں' سارا سال اس کا رمضان جیسا گزرنے لگتا ہے۔ احتیاط' احساس' فکر' پریشانی کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا دامن الجھ جائے۔ روزے میں کیا ہوتا ہے' بے چینی ہوتی ہے' پانی کہیں حلق میں چلا تو نہیں گیا' صرف خوشبو سونگھی ہے کہیں روزہ خراب تو نہیں ہو گیا' بے چینی فکر ہے۔ تقویٰ ہو تو پھر سارا سال اس فکر کے ساتھ گزرتا ہے' کہیں دامن کسی گناہ سے الجھنے نہ پائے۔ یہ ہے ہدف رمضان کا اور آخری راتوں میں بھی یہ ہدف حاصل کیا جاسکتا ہے' پورے رمضان کا سیزن اب بھی لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت عائشہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کسی کو رمضان میں اور آخری عشرے میں اور آخری طاق راتوں میں خوش نصیب آدمی کو شبِ قدر مل جائے' کون سی عبادت کرے' کون سی عبادت سب سے افضل ہے؟ یوں تو تلاوت بھی بڑھیا' سجدے بھی بڑھیا' قیام بھی بڑھیا' نوافل بھی بڑھیا' ساری عبادتیں مبارک' لیکن اللہ کے نبی نے اپنی امت کو حضرت عائشہؓ کے واسطے سے سب سے بڑھیا عبادت بتائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! یوں کہا کرو اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي اے اللہ! تو بڑا ہی معاف کرنے والا ہے اور معافی کو بڑا پسند کرتا ہے' مجھے بھی معاف فرمادے رمضان کی اس گھڑی میں جس نے اپنے اللہ سے سچی معافی کرالی' یہ تقویٰ کی بنیاد ہے۔ سارے رمضان کی کمائی ہو سکتی ہے۔ اس لیے رسول اللہ فرمایا کرتے تھے' اس رمضان میں ایک رات ہے جس کی عبادت ہزار مہینوں سے افضل ہے اور فرمایا اس سے وہی شخص محروم ہوتا ہے' اس رات کی برکتوں سے بخششوں سے وہی محروم ہوتا ہے' جو بد قسمتی سے ازلی محروم ہو جو ازلی محروم ہیں' جو حقیقی محروم ہے' وہی اس رات کی برکتوں اور بخششوں سے محروم ہو سکتا ہے' اللہ ہمیں ایسا نہ بنائے' اللہ ہمیں محروموں میں شامل نہ فرمائے۔ اللہ بد نصیبوں میں شامل نہ فرمائے۔ اللہ ہمیں اس رات کی برکتوں سے محروم نہ فرمائے۔

آخری گھڑیوں میں یہ کمائی ہو سکتی ہے' اگر اپنے کیے پر سچی ندامت ہو اور آیندہ نہ کرنے کا عزم ہو اور جن گندگیوں میں' میں مبتلا ہوں' اس سے سچے دل سے دست بردار ہو رہا ہوں اور دل کی سچی کیفیت کے ساتھ اللہ سے معافی مانگ رہا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ اس کی ساری ماضی کی زندگی کی غلطیوں پر یوں حرفِ غلط کی طرح قلم چلاتے ہیں جیسے ماں کے پیٹ سے آج پیدا ہوا' جیسے اس کی ماں نے اسے آج جنا۔

رمضان کی آخری گھڑیوں میں بڑی عبادت نصیب ہو جائے' سچی توبہ مل جائے' سچی معافی مل جائے بچوں کو' بڑوں کو' ہماری بہنوں کو' ہمارے نوجوانوں کو' یہ سچی توبہ مل جائے تو رمضان کا ہدف بھی مل گیا۔ رمضان کا سیزن بھی لگ گیا۔ رمضان کی کمائی بھی ہو گئی اور سچ یہ ہے شبِ قدر بھی مل گئی۔ شبِ قدر کی کمائی بھی ہو گئی۔ اللہ رب العزت ہمیں قدر دانی کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ ہمیں ان مبارک گھڑیوں میں وہ دے دے جو مولا اپنے بندوں کو نوازنا چاہتا ہے' دینا چاہتا ہے' اللہ سے خوب ان راتوں میں مانگیں۔ چند راتیں رہ گئی ہیں' اپنے گھر کی عورتوں کو بھی اٹھائیں' خود بھی رات کو اٹھ کر اللہ کی عبادت کریں اور سب سے بڑی عبادت توبہ اللہ سے سچے دل سے معافی مانگیں۔ اللہ ہم سب کو نصیب فرمادے۔ آمین۔

تزکیۂ نفس

آسیہ عمران

دمشق فتح ہوتا ہے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح شہر کی چابیاں وصول کرنے جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اپنے خلیفہ کو بلاؤ، چابیاں ان کے حوالے کریں گے۔ ایک طویل سفر کے بعد امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں پہنچتے ہیں۔ دِمشق کے گورنر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح ان کا استقبال کرتے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ انھیں گھر چلنے کا کہتے ہیں۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ پریشان ہوتے ہیں اور کہتے ہیں۔ میں آپ کی کسی بہتر جگہ ضیافت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اصرار پر وہ ان کو اپنے گھر لے جاتے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ دیکھتے ہیں کہ گورنر ہاؤس میں ایک چٹائی اور ایک بستر ہے۔ دیوار پر تیر کمان ہے اور بس عمر رضی اللہ عنہ ایک طرف گزشتہ بازنطینی ایمپائر کے اس عالی شان محل کو دیکھتے تو دوسری طرف اس سامان کو۔ انھیں کھانے کے لیے کچھ لانے کو کہتے ہیں۔ وہ پریشان ہو جاتے ہیں کہ ضیافت امیر المؤمنین کے شایانِ شان کرنی چاہیے۔ خلیفہ کے اصرار پر اپنا کھانا نکال کر لاتے ہیں۔ کھانا کیا ہے؟ ایک پیالے میں کچھ کھجوریں، روٹی کے کچھ ٹکڑے اور پانی۔ امیر المؤمنین کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ فرماتے ہیں: "ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ! دنیا نے سب کو پراگندہ کیا، مگر تمھیں چھو بھی نہ سکی۔ تم واقعی امین الامت ہو۔"
ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو جس چیز نے دنیا سے دور رکھا۔ وہ ان کا تزکیۂ نفس تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرام کو خبر دی کہ ایک وقت آئے گا، جب دنیا کی اقوام تم پر ایسے جھپٹیں گی جیسے بھوکے دستر خوان پر۔

پوچھا گیا: کیا ہماری تعداد کم ہو جائے گی؟

فرمایا: نہیں تم بکثرت ہو گے، لیکن تمھیں وہن لگ جائے گا۔

پوچھا گیا: وہن کیا ہے؟

فرمایا: دنیا سے محبت اور موت سے نفرت۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو خیر کو بانٹنے والے اور دنیا سے دور زہد کا رویّہ رکھنے والے تھے۔ ان کا خود پر کمال درجے کا کنٹرول تھا۔ اس وقت کی ترقی یافتہ دنیا میں سیلف کنٹرول کو اعلیٰ درجے کی لیڈر شپ اسکل مانا جاتا ہے۔

قرآن کا ایک اعلیٰ درجے کا تصوّر "تزکیۂ نفس" کا تصوّر ہے، جو انسانی زندگی کے ہر گوشے کا احاطہ کرتا ہے۔ انسان روح اور جسم کا مجموعہ ہے اور اسے برائی اور اچھائی میں اختیار دیا گیا ہے۔ یعنی اس کو زندگی میں ہر مقام پر برائی اور اچھائی دونوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ دونوں میں سے اسے اختیار کی آزادی ہے۔ ہر انسان کو ہر لمحے اختیار کا چیلنج پیش آتا ہے۔ برائی سج سنور کر آتی ہے۔ چمک دمک کے ساتھ نفس کو ابھارتی ہے۔ ایسے میں وہ روزانہ ناپاکیوں کا آلودگیوں کا سامنا کرتا ہے۔ اسے خود کو ان سے صاف کرنا پڑتا ہے۔ غسل کرنے، وضو کرنے، ہاتھ پاؤں دھونے سے جس طرح جسمانی پاکی حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح جھوٹ، بغض، غیبت، حسد و بدزبانی، بدگمانی سے بچنے سے اخلاقی پاکیزگی کا حصول ممکن ہوتا ہے۔ کفر، شرک غلط عقیدوں سے بچنے سے ایمانیات کی طہارت ہوتی ہے۔ بری سوچوں، برے منصوبوں، برے خیالات سے بچنے سے فکر پاکیزہ ہوتی ہے اور مستقل ان طہارتوں کا اہتمام کرنے سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے۔ انسان کا کھانا، پینا، پہننا اوڑھنا سوچنا سب اس کے نفس پر اثر ڈالتا ہے۔ لہٰذا انسان کو ہر رخ سے اپنی شخصیت پر پہرے بٹھانے پڑتے ہیں۔ یہ پہرے جتنے سخت ہوتے ہیں، نفس کی پاکی کا عمل آسان ہوتا جاتا ہے۔

اللہ نے تین طرح کے نفس کا ذکر فرمایا ہے۔ پہلا نفس لوّامہ ہے۔

لَآ اُقۡسِمُ بِيَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ ۝ وَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ ۝

یہ نفس کسی بھی غلط کام کے وقت انسان کو روکتا ہے۔ ملامت کرتا ہے۔ یہ نفس جتنا طاقت ور ہوتا ہے، انسان اس قدر راہِ راست پر رہتا ہے۔ اس نفس کو تقویت تلاوتِ قرآن، مطالعہ حدیث و سیرت اور مثبت لٹریچر پڑھنے سے ملتی ہے۔ اچھا سننا، دیکھنا، دوسروں کو خیر پہنچانا۔ یہ سب اس نفس کو تقویت دینے والے کام ہیں اور دوسرا "نفسِ مطمئنّہ" ہے۔ یہ انسان کی خوشی کی وہ حالت ہے جو دل کو خوشی سے اطمینان سے بھر دیتی ہے۔ "نفسِ مطمئنّہ" کے حصول کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ آپ دینے والے بنیں، خوشیاں بانٹیں، خیر پھیلائیں، آسانیاں دیں۔ "میں" کی قید سے آزاد ہوں۔ یہ نفس جس کا قوی ہو جائے، اس کے لیے خوش خبری ہے کہ اس کو روزِ آخر کہا جائے گا۔

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ۝ ارۡجِعِىۡۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرۡضِيَّةً ۝ فَادۡخُلِىۡ فِىۡ عِبٰدِىۡ ۝ وَادۡخُلِىۡ جَنَّتِىۡ ۝

کہ تم اپنے رب کی رضا اور جنت کی طرف چلو، اگر کسی کو "نفسِ مطمئنّہ" حاصل ہو جائے تو اسے ایمان کی لذّت مل جاتی ہے۔

تیسرا "نفسِ امّارہ" ہے، جو میں اور میری خواہشات کے گرد گھومتا ہے۔ اگر انسان خود غرض ہو کر صرف اپنے بارے میں سوچے تو اس نفس کو تقویت ملتی ہے اور یہ ایسا زور آور ہو جاتا ہے کہ ڈاکے، قتل و غارت گری، نفس پرستی کی دلدل میں جا گرتا ہے۔ اس نفس کا تذکرہ سورۂ یوسف میں موجود ہے۔ انھیں جب برائی کی دعوت دی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ صرف اللہ کی رحمت ہی اس سے بچاتی ہے۔

وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفۡسِىۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌ ۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّىۡ ؕ اِنَّ رَبِّىۡ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ

اس "نفسِ امارہ" سے بچنے کا طریقہ ہے کہ انسان برائی کی جگھوں برائی کے سرچشموں سے دور رہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے بچنے کے لیے قید کو ترجیح دی۔ اس طرح نبی آخرالزماں جب چھوٹے تھے۔ دورِ جاہلیت کے میلے میں جانا چاہتے تھے، مگر انھیں نیند نے گھیر لیا اور وہ بچا لیے گئے۔ اگر کوئی شخص مجبور ہو جائے اور اس کا شکار ہونے لگے تو ربِّ کریم کو پکار کر دیکھے، جواب ضرور آئے گا اور اللہ بچانے کا کوئی ذریعہ پیدا فرمادے گا۔

علامہ اقبالؒ کے استاد جلال الدین رومی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نفس کا علاج مجھے اپنے استاد

شیخ فرید الدین سے معلوم ہوا۔ وہ کہتے ہیں کہ "نفس امارہ" کو تین اسلحوں سے زیر کیا جاسکتا ہے۔

1 خاموشی 2 بھوک 3 تنہائی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ انبیائے کرام نے اس کا اہتمام کیا۔ تنہائیوں کی غور و فکر اور سوچ بچارنے کے لیے نفس کی پاکی کا ہی نہیں' اس کے بڑھانے کا بھی اہتمام کیا۔ تزکیۂ نفس میں ایک کام تو نفس کی پاکی کا ہے۔ اس کا دوسرا کام اس پاکیزگی کو نشو و نما دینا اور بڑھانا بھی ہے۔ تزکیۂ نفس کا عمل اتنا اہم ہے کہ جب کسی شخص کو اس پر ملکہ حاصل ہو جاتا ہے تو اس کی شخصیت انقلابی شخصیت بن جاتی ہے۔ اس کی قائدانہ صلاحیتیں کمال کو پہنچتی ہیں۔ تزکیۂ نفس کے اندر وہ اسرار پوشیدہ ہیں جو ہزاروں تحقیقات کے نتائج اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ دنیا میں جو لوگ کسی بھی قسم کے کمال پر پہنچے' ان کی زندگیوں میں آپ کو کم یا زیادہ کسی نہ کسی درجہ میں SeflControl کی صلاحیت ملے گی۔ تزکیۂ نفس دنیاوی معنوں میں SeflControl کا نام ہے۔ قرآنِ کریم کی سورۂ شمس میں اللہ ربُّ العزّت نے گیارہ بار مختلف طرح کی قسمیں کھانے کے بعد ہمیں انتہائی قیمتی خزانے کی کنجی دی فرمایا:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا○وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا○

کہ جس نے تزکیہ کیا' وہ کامیاب اور جس نے اسے چھوڑا وہ نامراد ہو گیا۔

اس وقت ہم انفرادی و اجتماعی دونوں سطحوں پر تزکیہ سے محروم ہیں' یہی وجہ ہے کہ ہر میدان میں محکومیت کا شکار ہیں۔ اگر بحیثیت قوم ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی آلائشوں' برائیوں' خرابیوں سے پاکی کا ارادہ کرلیں تو دوبارہ عروج کو کوئی نہیں روک سکتا۔ ان شاء اللہ!

ناسمجھی کی قیمت

ام ایمن

مغرب کی ناسمجھ عورت نے اپنی بہت بھاری قیمت چکائی اور اس کے نتیجے میں اسے جو کچھ ملا وہ اتنا زہرناک ہو گا اس کا اس نے تصور بھی نہ کیا تھا۔ اس سے غلطی کس مقام پر ہوئی وہ اب بھی بے خبر ہے۔ ہوا کچھ یوں کہ مغرب میں وہ بے حیثیت تھی اس کی جان کی کوئی قیمت تھی نہ وہ ملکیت کی حقدار تھی اور نہ ہی وراثت میں اس کا کوئی حصہ تھا۔ وہ ذلیل اور پست کم فہم اور کم عقل سمجھی جاتی تھی کسی نے اسے جہنم کا دروازہ کہا تو کسی نے برائی کا سرچشمہ' کہیں اس سے تعلق رکھنا ہی ممنوع تھا تو کہیں یہ تعلق روحانیت میں رکاوٹ۔ لہٰذا ظلم تھا' جبر تھا اور قہر مسلسل جو عورت سہ رہی تھی۔ ایسے میں یورپ میں صنعتی انقلاب آیا دیہی آبادی شہروں میں منتقل ہو گئی شہروں میں آبادی کا دباؤ بڑھ گیا مہنگائی بڑھی اور ایک مرد کے لیے گھر کا بوجھ اٹھانا مشکل ہو گیا' مجبوراً عورت کو باہر نکلنا پڑا۔ اسے یہ تجربہ خاصا خوش گوار لگا۔ اسے معاشرے میں کچھ مقام اور شناخت ملی۔ اس نے اس شناخت اور مقام کو منزل سمجھ لیا۔ اور اس خمار میں اس نے یہ غلطی کی کہ اپنی صلاحیتوں کا اعلیٰ حصہ باہر کی دنیا پر صرف کرنا شروع کر دیا۔ اسے توقع تھی کہ معاشرے میں اس کا مقام مزید بلند ہو گا اسے عزت اور شناخت ملے گی لیکن نتیجہ اس کے برعکس تھا باہر کی دنیا میں اس کے مقابل مرد تھے جو طاقت فہم اور تجربے میں اس سے بڑھ کر تھے جن کی فطرت میں سختی اور محنت تھی' ہمت اور حوصلے میں زیادہ تھے اور پُر مشقت کام کرنے کے اہل بھی۔ ایسے میں عورت قدم قدم پر نفسیاتی' روحانی اور جسمانی لحاظ سے زخمی ہوئی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ اپنی صلاحیتوں کا اعتراف کر کے اپنے اصل کی طرف لوٹ جاتی' اپنی فطری ذمے داریوں پر توجہ دیتی اور سوچتی یہ جب اس کا میدان نہیں تو وہ کیوں کھپے۔ لیکن اس نے مرد کو اپنا مقابل سمجھ لیا۔ اس طرح مرد و زن کی مساوات کی دوڑ شروع ہوئی اس دوڑ کی اس نے بہت بڑی قیمت چکائی اس کا نازک پن ختم ہوا' اس کے اندر کی معصوم سی عورت مر گئی نرمی اور محبت رخصت ہوئی۔ ممتا کا جنازہ نکلا' اس نے بچے پیدا کرنے اور پالنے کو اپنی توہین سمجھا۔ اگر ممتا کے جذبے سے مجبور ہو کر ماں بنی بھی تو باہر کی دنیا جس میں اس کی معاشی ذمے داریاں سنبھالنے والا کوئی نہ تھا۔ اسے مجبور ہونا پڑا کہ وہ اس ننھے وجود کو چائلڈ ہاؤس میں پیشہ ور ہاتھوں کو سونپ دے۔ وہ جسمانی لحاظ سے کمزور مگر معاشرے کا دگنا بوجھ اٹھائے ہوئے تھی پھر اسے ووٹ کا حق ملا ملکیت کا حق بھی بلکہ اب وہ ایوانوں میں جا پہنچی۔ لیکن مسئلہ وہیں کا وہیں رہا۔ اسے سکون کی تلاش تھی' جو اسے کہیں نہیں مل رہا تھا اس کی فطرت اسے گھر بچوں اور خاندان کی طرف بلاتی تھی لیکن وہ پلٹ نہیں سکتی تھی' اس لیے کہ وہ بہت دور جا چکی تھی' اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ نہ یادگار ماضی' نہ مطمئن حال بلکہ مخدوش مستقبل ایک بڑے خطرے کے طور پر اس کے سامنے تھا۔ جہاں کمزوری' بیماری' تنہائی میں اولڈ ہاؤس کے کسی کمرے میں کسی ہمراہی کے بغیر اسے دنیا سے چلے جانا تھا۔ ہاں یہی تھی اس کی ناسمجھی کی قیمت ایک غلط فیصلے کی قیمت۔

کاش! اسے کوئی بتاتا کہ آج سے چودہ سو سال پہلے اسے بلند مقام دے دیا گیا تھا' جس میں محبت' نرمی' ممتا اور اس کی فطرت کے موافق کام ودیعت کیا گیا تھا اس کے اصل محور کا بھی اسے علم تھا تو دوسری طرف اسے معاشی معاشرتی تحفظ بھی حاصل تھا۔ دل کی سکینت بھی تھی درد کا درماں بھی تھا اور قیمت بھی کوئی بڑی نہ تھی۔ اسے دل کی مجبوری سے قربانیاں دینی تھیں' کسی کا کندھا بننا تھا کسی کو نفسیاتی سہارا تو کسی کا جذباتی سہارا دینا تھا' کسی کا غم بانٹنا تھا تو کسی کی رازداری رکھنا تھی۔ کچھ نئے پھول کھلانے تھے تو کچھ نئے بیج بونا تھے۔ بس یہی تھی قیمت اور بدلے میں خوشی' آسودگی' محبت' عزت' وقار اور اطمینان ہی نہیں ایک ایسی جگہ کا بھی وعدہ' جہاں جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا تھا' جہاں اس کے ایک کانٹے کے بدلے نعمت کے کئی سامان اکٹھے کر دیے گئے تھے۔ اس کا منتظر وہ سب کچھ تھا جسے کبھی کسی آنکھ نے نہ دیکھا نہ سنا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حبیبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ندا اختر

آپ کا نام عائشہ کنیت اُمّ عبداللہ، حمیرا اور صدیقہ لقب تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ اُمّ رومان مشہور سردار عامر عویم کی اکلوتی دُختر تھیں۔ ان کے والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نسب چھٹی پشت میں رسول اللہ سے مل جاتا ہے۔

ان کی ہوش مندی کا زمانہ وہ تھا، جب ان کا پورا گھرانا مسلمان ہو چکا تھا۔ اس لحاظ سے ان کا کوئی بھی لمحہ حالت کفر میں نہیں گزرا۔ ان میں بچپن سے ہی دانش مندی اور فراست اس درجہ تھی کہ ہر فرد کو متوجہ کر لیتی تھیں۔ علم و ذہانت میں اپنے تمام بہن بھائیوں پر سبقت لے گئی تھیں۔

حضورِ اقدس ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت کرتے تھے۔ وہ اپنی عادات واطوار کے سبب سب بیویوں سے افضل تھیں، لیکن اس کے یہ معنی نہیں تھے کہ اللہ کے آخری نبی انھیں باقی ازواج پر ترجیح دیتے تھے۔ آپ ﷺ کی چاہت کے تاریخ میں لاتعداد واقعات ملتے ہیں۔ حضور ﷺ ان کے مشاغل یا شوق میں حارج نہیں ہوتے تھے، بلکہ ایک مرتبہ عید کے موقع پر کچھ لڑکے خوشی میں ہانک پٹے کے تماشے دکھا رہے تھے۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رُخصتی کو تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا اور ان کا حجرہ مسجدِ نبوی ﷺ سے متصل تھا، لہٰذا جوں ہی کھیل تماشے کی آواز اندر آئی تو وہ دیکھنے کی مشتاق ہوئیں، ایسے میں حضور ﷺ نے اس آرزو کو محسوس کر لیا اور بولے۔

"عائشہ! کیا تم تماشا دیکھنا چاہتی ہو؟" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے شوق کا اظہار کیا تو حضور ﷺ حجرے کے دروازے میں کھڑے ہو گئے اور اجازت دیتے ہوئے بولے: "تم میری پیٹھ کے پیچھے سے دیکھ لو۔"

بارہا یوں بھی ہوا کہ حضور ﷺ رات کے آخری حصے میں تنہائی میں عبادت میں مصروف ہوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حجرے میں آرام کر رہی ہوتیں، ایسے میں آپ ﷺ کبھی معترض نہ ہوئے، بلکہ آپ وہ واحد بیوی تھیں، جن کے لحاف میں آخری نبی ﷺ پر وحی نازل ہوئی، ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا: "عائشہ! جب بھی تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے۔"

"آپ ﷺ کو میرے دل کا حال کیسے معلوم ہو جاتا ہے؟" اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے استفسار کیا۔ فرمایا: "جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو کہ قسم ہے محمد کے رب کی اور جب ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو کہ قسم ہے ابراہیم کے رب کی۔۔۔ اس سے میں جان جاتا ہوں کہ تم مجھ سے ناراض ہو۔" امّ المؤمنین حضرت عائشہ ہنس دیں اور بولیں:

"آپ ﷺ نے بالکل درست اندازہ کیا ہے، میں جب بھی آپ ﷺ سے ناراض ہوتی ہوں تو زبان سے آپ ﷺ کا نام نہیں لیتی، مگر دل سے آپ ﷺ کبھی بھی جدا نہیں ہوتے۔" اس ناز برداری اور بے پناہ چاہت کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کے درمیان مساوات اور انصاف کو ہمیشہ ملحوظ رکھا۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا برابر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حریرہ بنایا اور حضور ﷺ کے لیے لے کر آئیں تو حضرت سودہؓ کو بھی کھانے کی دعوت دی، مگر انھوں نے انکار کر دیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"آپ حریرہ کھالیں اگر نہیں کھائیں گی تو میں آپؓ کے ہونٹوں پر لگادوں گی۔" مگر حضرت سودہؓ نے اب بھی نہ کھایا، تب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے واقعی تھوڑا سا حریرہ اپنی انگلی سے ان کے ہونٹوں پر لگا دیا۔ اس وقت حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے شکایت کے انداز میں حضور ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "تم اپنا بدلہ لے لو۔" اتنا سنتے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہاں سے جانے لگیں تو حضور ﷺ نے اٹھ کر انھیں پکڑ لیا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی انگلی سے ان کے ہونٹوں پر حریرہ لگا دیا۔ گویا کہ اپنا بدلہ لے لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ ہمارے درمیان اسی طرح سے انصاف کر دیا کرتے تھے اور ایسے میں ہمیں بہت خوشی ہوتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فطرتاً اعلیٰ ہونے کے علاوہ بھی ذہانت و فراست اور شیریں بیانی میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھیں، جب وہ گفتگو فرماتیں تو حضور ﷺ بغور سنتے اور خانہ داری کے معاملات میں ان سے مشورہ طلب کرتے اور اس پر عمل کیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک معلّمہ تھیں۔ پہلی فقیہ خاتون تھیں، جو رائے حضور ﷺ کی ہوا کرتی تھی اسے وہ بڑی ہی صفائی اور سہل انداز میں بیان فرمادیتی تھیں اور بعض اوقات حضور ﷺ خاص مسائل انھیں سمجھا دیتے اور وہ صحبتِ اقدس میں آنے والی خواتین کو سمجھاتیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ خواتین اپنا مسئلہ اُنہی کو بتاتیں اور وہ اللہ کے نبی ﷺ کو بتا کر انھیں ان کے جواب سے آگاہ فرمادیتی تھیں۔ اس وقت حضور کی حیاتِ مقدّس میں اگرچہ آپ نوجوان تھیں، لیکن دین داری کی تعریف میں حضور ﷺ فرماتے تھے۔

"لوگو! تم میں دو حصے دین کی مالک حمیرا ہے۔" علمی فضیلت اور زہد و تقویٰ کے علاوہ آپ کو تاریخی علم اور ادب و شعر گوئی میں بھی خاص ملکہ حاصل تھا، کبھی کبھی شعر بھی کہتی تھیں جو زیادہ تر حضور ﷺ کی شان مبارک میں ہوتے۔ ایک مرتبہ انھوں نے شانِ اقدس میں چند شعر کہے جن کے مَعنی یہ ہیں۔

"اے اہلِ مصر! تم اگر رخسار مبارک کی تعریف سن لیتے تو خریداری یوسف پر کچھ بھی خرچ نہ کرتے، وہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال دیکھ لیتیں تو انگلیوں کی بجائے دلوں کو کاٹ لیتیں۔" فتح مکہ کے بعد ایلا اور تخییر کے واقعات پیش آئے۔ شریعت کی اصطلاح میں ایلا اس جدائی کو کہتے ہیں جو طلاق کے بغیر شوہر اور بیوی کے درمیان آجائے اور تخییر کے معنی ہیں کہ اسلامی اصطلاح میں بیوی کو اس وقت کا اختیار دینا کہ وہ شوہر کے ساتھ رہنا پسند کرے یا طلاق کا فیصلہ کرے۔ جب فتوحات بڑھیں تو ازواج مطہرات کی طرف سے نان و نفقہ میں توسیع کا اصرار ہوا۔ ایسے میں حضور ﷺ نے گوشہ نشینی فرمالی اور کامل ایک ماہ کے لیے سب سے جدا ہو گئے۔ ایک

ماہ گزرا تو اللہ نے ازواج مطہرات کو دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کی عام اجازت دے دی اور ارشاد ربانی ہوا۔

"اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے کہ تم اگر دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو میں تمھیں تمھارے حقوق دے کر رخصت کردوں اور اگر تم اللہ، رسول اور آخرت کی طلب گار ہو تو جان لو کہ تم میں سے جو کوئی نیکو کار ہے تو اللہ نے اس کے لیے بڑا اجر مہیا کیا ہوا ہے۔" ان آیات کے نزول کے بعد حضور ﷺ نے ازواج مطہرات کو اس حکم ربانی سے آگاہ فرمایا اور اپنے اپنے والدین سے مشورہ کر کے فیصلے کرنے کی اجازت دی۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بے ساختہ کہا۔

"یا رسول اللہ! واللہ میں اپنے والدین سے مشورہ کیوں کروں، مجھے تو اللہ، اللہ کا رسول اور آخرت کا گھر چاہیے۔"

إِنِّي أُرِيدُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ

اس جواب کے بعد باقی ازواج مطہرات نے بھی اللہ، اللہ کے رسول اور آخرت کو ترجیح دی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حد درجہ سخی تھیں۔ ستر ستر ہزار درہم آپ کے پاس اس وقت اور اس حالت میں آتے کہ جب آپ کے لباس میں کئی کئی پیوند ہوتے، مگر آپ اس دولت کو خیرات کر دیتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم بھیجے، اس وقت آپ روزے کی حالت میں تھیں۔ یہ تمام رقم خیرات کر دی جب افطار کا وقت آیا تو گھر میں صرف روٹی تھی، خدمت گار باندی نے عرض کیا۔

"اُم المومنین آپ نے سالن کے لیے دو درہم بھی نہ رکھے۔" اس وقت اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔

"تونے مجھے یاد دلا دیا ہوتا تو میں دو درہم رکھ لیتی۔" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی دریا دلی کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اور انھیں زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی تو انھوں نے اپنے فرزند عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو طلب کر کے کہا کہ امّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جا کر میرا اسلام کہنا اور عرض کرنا کہ عمر بن خطاب کو اپنے شوہر رسول اللہ کے قدموں میں اور اپنے والد صدیق اکبر کے پہلو میں دفن کرنے کی اجازت دے دیں اور یہ بھی کہنا کہ یہ صرف ایک گزارش ہے۔ اگر وہ منظور فرمالیں تو عمر کی خوش نصیبی ہے اور اگر وہ منظور نہ کریں تو تم مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں ہی دفن کر دینا۔

یہ وہ جگہ تھی جو حضور ﷺ کے قدموں میں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی قبر کے لیے مخصوص کی ہوئی تھی، مگر جوں ہی انھیں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خواہش معلوم ہوئی تو وہ اسے رد نہ کر سکیں اور انھوں نے وہ جگہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے دے دی۔ خواتین کی زندگی میں ایثار کی اس سے بڑی مثال شاید کوئی ملے۔ آپ کا علم بھی وسیع تھا اور آپ کے فیصلوں کے سامنے بڑے بڑے صحابہ نے سر خم تسلیم کیا۔

حضرت عروہ بن مسعودؓ ایک جلیل القدر عالم ہونے کے باوجود فرماتے ہیں۔ میں نے فقہ وطب، دین ومذہب، شعر وادب میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں پایا۔ سخاوت وعلمیت وشجاعت کی طرح اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں خدمتِ خلق کا جذبہ بھی بدرجہ اتم موجود تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگِ اُحد کے موقع پر میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ اپنی پیٹھ پر مشکیزہ رکھے ہوئے پیاسوں کو پانی پلا رہی تھیں۔

ان کی زندگی میں کچھ واقعات ایسے بھی پیش آئے جن سے وہ خود بھی بہت متاثر ہوئیں۔ انھوں نے جو تقریریں کی ہیں وہ جوش اور زور کے لحاظ سے اپنا جواب نہیں رکھتیں، ایک تقریر میں فرماتی ہیں۔

"لوگو! خاموش، خاموش! تم پر میرا مادری حق ہے، مجھے نصیحت کی عزت حاصل ہے، سوا اُس شخص کے جو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار نہیں ہے۔ مجھ کو کوئی الزام نہیں دے سکتا۔ آں حضرت ﷺ نے میرے سینے پر سر رکھے ہوئے وفات پائی ہے۔ میں آپ ﷺ کی محبوب ترین بیوی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو دوسروں سے ہر طرح محفوظ رکھا اور میری ذات سے مومن ومنافق میں تمیز ہوئی اور میرے ہی سبب سے تم پر اللہ نے تیمّم کا حکم نازل فرمایا۔

پھر میرا باپ دنیا میں تیسرا مسلمان ہے اور غارِ حرا میں دو کا دوسرا تھا اور پہلا شخص تھا جو صدیق کے لقب سے مخاطب ہوا۔ آں حضرت ﷺ نے اس سے خوش ہو کر اور اس کو طوقِ خلافت پہنا کر وفات پائی۔ اس کے بعد جب مذہبِ اسلام کی رسی ہلنے اور ڈولنے لگی تو میرا ہی باپ تھا، جس نے اس کے دونوں سرے تھام لیے، جس نے نفاق کی باگ روک دی۔ جس نے ارتداد کا سر چشمہ خشک کر دیا۔ جس نے یہودیوں کی آتش افروزی سرد کی۔ تم لوگ اس وقت آنکھیں بند کیے غدر وفتنہ کے منتظر اور شور وغوغا پر گوش بر آواز تھے۔ اس نے شگاف کو برابر کیا۔ بے کار کو درست کیا، گرتوں کو سنبھالا، دلوں کی مدفون بیماریوں کو دور کیا جو پانی سے سیراب ہو چکے تھے، ان کو تھان تک پہنچا دیا، جو پیاسے تھے، ان کو گھاٹ پر لے آیا اور جو ایک بار پانی پی چکے تھے، انھیں دوبارہ پلایا جب وہ نفاق کا سر کچل چکا اور اہلِ شرک کے لیے آتشِ جنگ مشتعل کر چکا اور تمھارے سامان کی گٹھڑی کو ڈوری سے باندھ چکا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اٹھالیا۔

ہاں میں سوال کا نشانہ بن گئی ہوں کہ کیوں فوج لے کر نکلی؟ میرا مقصد اس سے گناہ کی تلاش اور فتنہ کی جستجو نہیں ہے، جس کو میں پامال کرنا چاہتی ہوں، جو کچھ کہہ رہی ہوں، سچائی اور انصاف کے ساتھ تنبیہ اور اتمام حجت کے لیے۔" (سیرت الصحابیات مع اسوہ صحابیات)

آپ فقیہ بھی تھیں اور معلّم بھی، لیکن اپنے گھر کا کام خود کرتی تھیں۔ چکی پیسنا، کپڑے دھونا، کھانا پکانا اور صفائی کرنا گرچہ کھانا کم پکتا تھا۔ حضور ﷺ ان سے بے حد محبت کرتے اور ہرچند کہ تمام ازواج مطہرات میں انصاف کرتے، اس کے باوجود ایک مرتبہ خود انھوں نے اللہ سے دعا کی۔ "اے اللہ! جہاں تک میرے اختیار میں ہے، میں سب سے انصاف کرتا ہوں، مگر عائشہ کے معاملے میں مجھے معاف کرنا (کہ دل پر میرا اختیار نہیں)"

جہاں شب وروز حضور ﷺ نے انھیں کے ساتھ گزارے، وصال کے وقت بھی اللہ کے آخری نبی ﷺ کا سر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر ہی تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سترہ رمضان المبارک 58ھ میں وفات پائی اور کہا کہ "مجھے دوسری ازواج مطہرات کے ساتھ عام قبرستان میں دفن کرنا۔" لہٰذا آپ مدینہ منوّرہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن ہیں۔ رضی اللہ عنہا

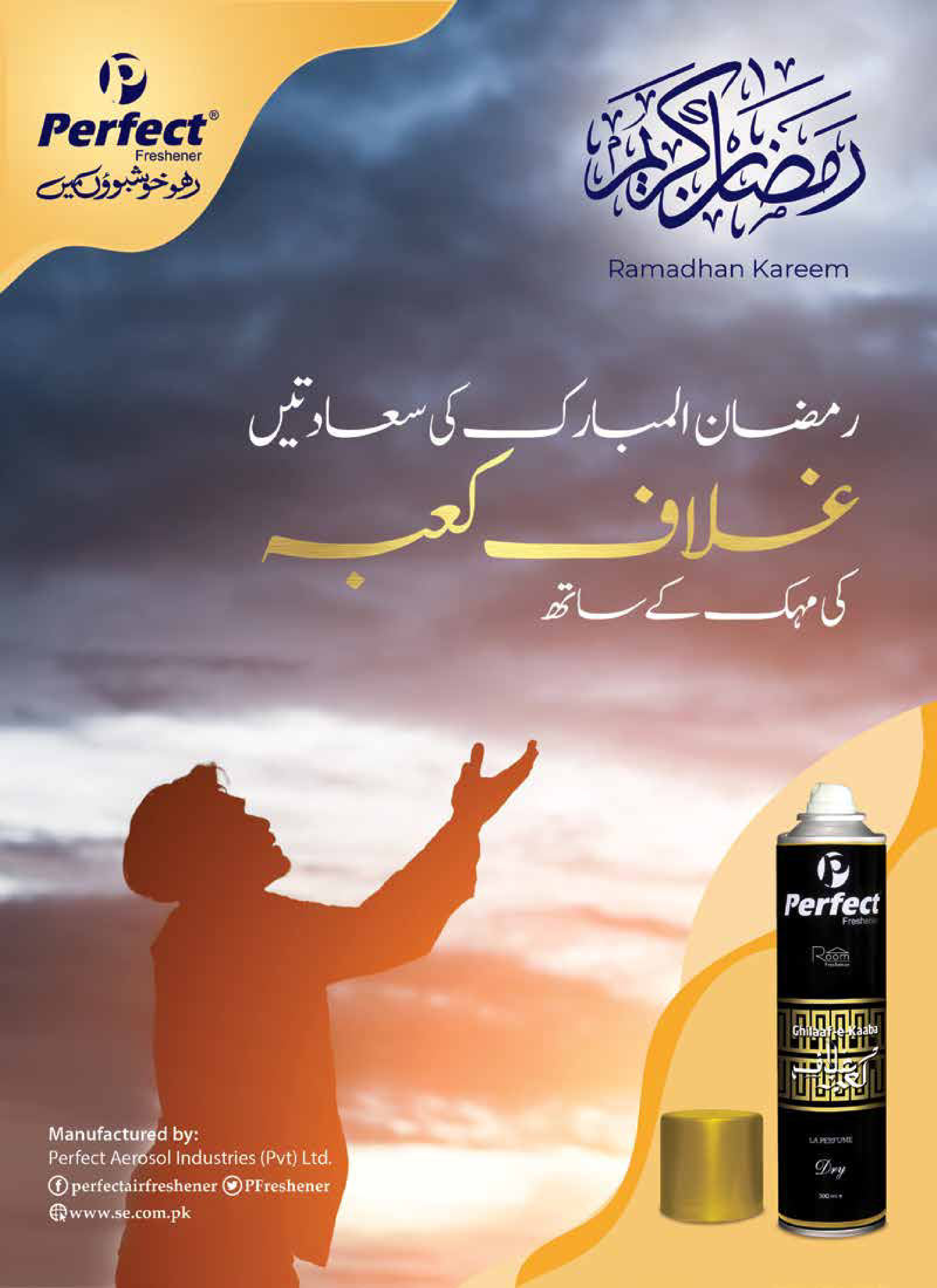
Perfect®
Freshener
رہو خوشبوؤں میں
رمضان کریم
Ramadhan Kareem
رمضان المبارک کی سعادتیں
غلاف کعبہ
کی مہک کے ساتھ
Perfect
Room
Ghilaaf-e-Kaaba
Dry
Manufactured by:
Perfect Aerosol Industries (Pvt) Ltd.
perfectairfreshener PFreshener
www.se.com.pk

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

اعتکاف کی فضیلت

سوال: اعتکاف کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: اعتکاف ان عبادات میں سے ہے جو پچھلے انبیائے کرام علیہم السلام کے زمانے سے چلی آ رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی ان کا ذکر فرمایا ہے 'اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بیت اللہ کی تعمیر کے بعد طواف کرنے والوں 'اعتکاف کرنے والوں اور نماز ادا کرنے والوں کے لیے اسے (بیت اللہ) کو پاک صاف رکھنے کا حکم دیا ہے 'گویا طواف ونماز کی طرح اعتکاف بھی اللہ تعالیٰ کے قرب کا خاص ذریعہ ہے کہ باری تعالیٰ اپنے دو برگزیدہ پیغمبروں کو معتکفین کی خدمت اور ان کے اعزاز میں مسجدِ حرام کی صفائی اور خدمت کا حکم ارشاد فرما رہے ہیں۔

رمضان کے اخیر عشرے کا اعتکاف کرنا رسول اللہ ﷺ کی مستقل سنت ہے اور اس کی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ نبی کریم ﷺ ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے تھے۔ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لوگوں پر تعجب ہے کہ انویں نے اعتکاف کی سنت کو چھوڑ رکھا ہے 'حالاں کہ رسول اللہ ﷺ بعض امور کو انجام دیتے تھے اور ان کو ترک بھی کرتے تھے اور جب ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے 'اس وقت سے لے کر وفات تک بلاناغہ آپ ﷺ اعتکاف کرتے رہے 'کبھی ترک نہیں کیا اور جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی 'اس سال آپ ﷺ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ علما نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے بیس دن کا اعتکاف اس لیے فرمایا تھا کہ آپ ﷺ کو منکشف ہوگیا تھا کہ یہ آپ ﷺ کا آخری رمضان ہے۔ آپ ﷺ نے چاہا کہ اعمالِ خیر میں کثرت کی جائے 'تاکہ امت کو عملِ خیر میں جدوجہد کرنا ظاہر ہوجائے۔ بعض علما نے لکھا ہے کہ یہ بیس دن کا اعتکاف اس لیے تھا کہ آپ ﷺ نے اس سے پہلے سال رمضان میں سفر ہوجانے کی بنا پر اعتکاف نہیں کیا تھا 'اس لیے پچھلے سال اعتکاف نہ کرسکنے کی تلافی کرنے کے لیے اس سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ بہرحال اس سے معلوم ہوا کہ اعتکاف کا عمل آپ ﷺ کی نظر میں کتنی بڑی فضیلت والا اور اہم عمل تھا۔

اعتکاف کی فضیلت میں اور بھی بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان المبارک کے پہلے عشرے میں اعتکاف فرمایا اور پھر دوسرے عشرے میں بھی 'پھر ترکی خیمہ میں جس میں اعتکاف فرما رہے تھے 'سر باہر نکال کر ارشاد فرمایا کہ میں نے پہلے عشرے کا اعتکاف شبِ قدر کی تلاش اور اہتمام کی وجہ سے کیا تھا 'پھر اسی کی وجہ سے دوسرے عشرے میں کیا 'پھر مجھے کسی بتلانے والے (فرشتے) نے بتلایا کہ وہ رات اخیر عشرہ میں ہے 'لہٰذا جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف کررہے ہیں 'وہ اخیر عشرہ کا بھی اعتکاف کریں۔ مجھے یہ رات دکھلادی گئی تھی 'پھر بھلادی گئی۔ اس کی علامت یہ ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اس رات کے بعد کی صبح میں گیلی مٹی میں سجدہ کرتے دیکھا 'لہٰذا اب اس کو اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ اس رات میں بارش ہوئی اور مسجد چھپّر کی تھی 'وہ ٹپکی اور میں نے اپنی آنکھوں سے نبی کریم ﷺ کی پیشانی مبارک پر کیچڑ کا اثر اکیسویں (21ویں) کی صبح کو دیکھا۔ معلوم ہوا کہ اعتکاف کی عبادت کے ذریعے شبِ قدر کا حصول متوقع ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لیے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں جتنی کرنے والے کے لیے۔

اس حدیث میں اعتکاف کرنے والے کے لیے اتنی نیکیوں کی بشارت سنائی گئی ہے 'جتنی کہ کرنے والے کے لیے 'اس کا مطلب یہ ہے کہ اعتکاف کرنے والا اعتکاف کی وجہ سے بعض نیک اعمال نہیں کرسکتا 'مثلاً: مریض کی عیادت 'جنازہ میں شرکت وغیرہ۔ ایسے اعمال کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اعتکاف کرنے والا اگرچہ عمل نہیں کرتا 'مگر اس کو اتنا ہی ثواب دیا جاتا ہے 'جتنا کہ کرنے والے کو دیا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام میں چلے پھرے اور کوشش کرے 'اس کے لیے دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرمادیتے ہیں 'جن کی مسافت آسمان اور زمین کی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہے۔

اعتکاف میں اللہ تعالیٰ کے گھر قیام کرکے تقربِ باری تعالیٰ کا حصول ہے 'دنیا سے منہ موڑنا اور رحمتِ خداوندی کی طرف متوجہ ہونا اور مغفرتِ باری تعالیٰ کی حرص کرنا ہے۔ معتکف کی مثال ایسے بیان فرمائی گئی ہے گویا کوئی شخص کسی کے در پر آ کر پڑ جائے کہ جب تک مقصود حاصل نہیں ہوگا 'اس وقت تک نہیں لوٹوں گا۔ معتکف اللہ کے در پر آ کر پڑ جاتا ہے کہ جب تک رب کی رضا اور مغفرت کا پروانہ نہیں مل جاتا 'وہ نہیں جائے گا۔ ایسے میں اللہ کی رضا و مغفرت کی قوی امید 'بلکہ اس کے فضل سے یقین رکھنا چاہیے۔

اعتکاف میں جنابت لاحق ہونے سے اعتکاف کا حکم

سوال: دورانِ اعتکاف بار بار عجیب خیالات کا آنے اور پھر قدرتی طور پر ناپاک ہوجانے سے اعتکاف بچے گا یا ختم ہوجائے گا؟

جواب: واضح رہے کہ معتکف کو دن 'رات کسی بھی وقت احتلام ہوجائے 'اس سے اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوتا 'احتلام ہوجانے کی صورت میں معتکف فوراً تیمّم کرے 'پھر جتنا جلد ہو غسل کے لیے جائے۔ باقی اپنے آپ کو عبادت میں مصروف رکھیں 'موبائل فون 'دوستوں کے ساتھ فحش گفتگو اور مرغن غذاؤں کا استعمال کم کریں۔

دورانِ اعتکاف مسجد کی دوسری منزل پر جانے کا حکم

سوال: معتکف کے لیے بذریعہ سیڑھی مسجد کی دوسری اور اوپر کی دیگر منزلوں پر جانے سے اعتکاف تو نہیں ٹوٹے گا؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں اگر سیڑھی مسجد کی حدود کے اندر بنی ہوئی ہے تو معتکف کے لیے ایک منزل سے دوسری منزل میں جانے کے لیے کوئی حرج نہیں 'ان کا اعتکاف صحیح رہے گا اور اگر سیڑھی مسجد کی حدود سے باہر ہو تو پھر اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔ (معتکف کو چاہیے کہ وہ اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے مسجد انتظامیہ

بقیہ صفحہ 17 پر

امراض و احتیاط

حکیم شمیم احمد

دل کے امراض

ماہرینِ امراضِ قلب کے ساتھ ٹریننگ

انسانی دل کی ساخت اور پانی کی موٹر کے میکنزم میں بڑی مماثلت پائی جاتی ہے۔ انسان کے دل میں چار صمامات (والوو) ہوتے ہیں، موٹر میں بھی چار وال ہوتے ہے۔ موٹر کے ایک والوو کا اگر اسپرنگ ٹوٹ جائے تو پریشر ختم ہو جاتا ہے، موٹر کے پانی کھینچنے اور سپلائی میں تعطّل آ جاتا ہے۔ پہلے موٹر دس منٹ میں پانی چڑھا دیا کرتی تھی، اب آدھے گھنٹے میں بھی نہیں چڑھ پاتا۔ ماہر موٹر مکینک ان نقائص سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔ موٹر مکینک کی طرح دل کے امراض کو سیکھنے کے لیے ماہرینِ امراضِ قلب کے سائے میں رہ کر ٹریننگ حاصل کرنا ہوتی ہے۔

حملۂ قلب

میڈیکل کے طلبہ سند حاصل کرنے کے بعد ہسپتالوں میں ایمرجنسی وارڈ میں کچھ عرصہ کام کرتے ہیں۔ یوں وہ کلینک میں مکمل اعتماد سے پریکٹس کر سکتے ہیں، چناں چہ میں نے امراضِ قلب کو جاننے کے لیے دل کے ہسپتال میں رضاکارانہ طور پر ایمرجنسی میں اپنی ڈیوٹی لگوائی، وہاں شب و روز حملۂ قلب کے مریضوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ ڈاکٹر اور سرجن انھیں فوری طبّی امداد دے کر جب مطمئن ہو جاتے کہ مریضوں کی حالت بہتر ہو گئی ہے تو ان کو وارڈ میں شفٹ کرنے کی ہدایت کرتے اور لواحقین کو تاکید کرتے کہ ان کو منہ سے چبانے کے لیے کوئی ٹھوس غذا نہ دی جائے، بلکہ پھلوں کا جوس پلایا جائے۔ میں نے ایمرجنسی وارڈ میں موجود ڈاکٹروں سے معلوم کیا کہ آپ حملۂ قلب کے ہر مریض کو ٹھوس غذائیں چبانے سے منع کر دیتے ہیں، اس کی بنیادی وجہ کیا ہے؟ اس نے مجھے سمجھایا کہ حملۂ قلب کی وجہ سے دل زخمی ہو چکا ہے، اگر مریض کو ٹھوس غذائیں استعمال کروائی گئیں تو دل کو مزید ٹھیس پہنچے گی، اس لیے جوس پلانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ الحمدللہ! وہاں رہ کر امراضِ قلب کے بارے میں بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔

حکیم محمد سعید صاحب کا مشورہ امراضِ قلب کے لیے

حکیم لطیف صاحب (علی گڑھ) کی کتاب ادویۃ القلبیہ میڈیکل کے طلبا کے لیے مفید ثابت ہوگی۔ ان شاءاللہ! حکیم محمد سعید صاحب دل کے امراض میں مندرجہ ذیل نسخہ استعمال کروایا کرتے تھے۔

نسخہ: سونف: ایک چمچہ، لہسن کے تین جوئے، ادراک: چھوٹی سی ڈلی
تازہ پودینہ: پانچ ماشہ، سانچی پان: ایک عدد

ان تمام اجزا کو ایک پیالی پانی میں جوش دے کر چھان کر صبح شام استعمال کرنے کا مشورہ دیتے تھے۔

آپ دل کے مریض کیسے بنے؟

ہمارے ایک ساتھی مسجد میں ساتھ ہی نماز پڑھتے ہیں۔ ایک دن میں ان سے پوچھ بیٹھا کہ آپ دل کے مریض کیسے بنے؟ انھوں نے وضاحت کی کہ کئی سال پہلے مسجد میں نماز مغرب ادا کر رہا تھا کہ اچانک پسینے میں شرابور ہو گیا اور گھبراہٹ ہونے لگی۔ میں فوراً گھر آیا اور بھائی کو ساتھ لے کر کارڈیو پہنچا۔ وہاں ڈاکٹر نے فوری طور پر میری زبان کے نیچے گولی رکھ دی، جس سے مجھے سکون آ گیا۔ ای سی جی کی رپورٹ بھی نارمل آ گئی۔ ڈاکٹر صاحب نے تسلی دی کہ کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے، بس غذا میں احتیاط کریں اور چہل قدمی نہ چھوڑیں۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کی بات کو بہت ہلکا جانا، نہ میں نے مرغن غذاؤں سے پرہیز کیا اور نہ ہی چہل قدمی کی۔ اس خوش فہمی اور بے احتیاطی کے نتیجے میں دوبارہ دل کا اٹیک ہو گیا اور اسٹنٹ ڈالنا پڑے۔ اب مسلسل دل کی دوائیں کھانی پڑ رہی ہیں۔ کاش! میں شروع میں ہی ڈاکٹر کی ہدایت پر عمل کر لیتا تو یہ نوبت نہ آتی!!!

آپ خود فیصلہ کریں

ماہرِ امراضِ قلب ڈاکٹر حامد شفقت صاحب جو ہمارے پیتھالوجی کے استاد میجر حیدر نیازی صاحب کے شاگرد تھے، ان ہی کی دعوت پر ہمارے طبیہ کالج میں لیکچر دینے آئے تھے، انھوں نے دورانِ لیکچر طلبہ کو بتایا کہ دل کا مریض کیسے بنتا ہے۔ رات کو دو بجے ہسپتال سے اسسٹنٹ کا فون موصول ہوتا ہے کہ ایمرجنسی ہے، جلدی ہسپتال پہنچیں۔ ڈاکٹر یہ سن کر کہتا ہے کہ کیا مصیبت ہے، نیند خراب کر دی۔ اسی طرح آدھی رات کو ایک اور ڈاکٹر ہسپتال سے کال ریسیو کرتا ہے اور اپنے اسسٹنٹ کو ہدایت دیتا ہے کہ تم فوری طور پر ای سی جی کرو اور بی پی چیک کرو اور زبان کے نیچے فلاں گولی رکھو، میں ابھی پہنچ رہا ہوں۔ مریض کی جان بچانی ہے۔ آپ خود فیصلہ کریں کہ دل کا مریض کون سا ڈاکٹر بنے گا۔

کیا دل کے مریض شادی کر سکتے ہیں؟

اکثر مریض سوال کرتے ہیں، کیا دل کے مریض شادی کر سکتے ہیں؟ اس سوال کا جواب دینا ذرا مشکل ہے۔ ہمارا دین نکاح کی اہمیت پر زور دیتا ہے، کیوں کہ اس کے جسمانی اور روحانی فائدے بھی ہیں۔ مردوں کے مقابلے میں خواتین دل کے امراض میں کم مبتلا ہوتی ہیں، کیوں کہ قدرت نے ان میں نفاس حیض کا نظام رکھا ہے، جو نظامِ خون کو اعتدال پر رکھتا ہے۔

استقرارِ حمل میں اسے بچے کی صورت میں ثمر ملنے والا ہوتا ہے، اس امید پر وہ تمام تکالیف ہنسی خوشی سہ لیتی ہے اور بچوں کو اپنا دودھ پلانے سے بھی دل کو سکون حاصل ہوتا ہے، چناں چہ دل کی مریضہ شادی کر سکتی ہے، بشرط یہ کہ بچیاں جس گھر میں بیاہ کر جا رہی ہیں، اس کی فضا خوش گوار ہو۔ اہلِ خانہ مثبت سوچ رکھتے ہوں اور میاں بیوی کی سوچ میں ذہنی ہم آہنگی ہو تو دل کے مریض ازدواجی تعلقات کو خوش اسلوبی کے ساتھ نبھا سکتے ہیں، گو کہ استقرارِ حمل سے وضعِ حمل تک مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس دوران دل پر دباؤ پڑتا ہے، بلڈ پریشر بھی عموماً بڑھ جاتا ہے۔ یہ بات تجربے میں آئی ہے کہ دو بچوں کی ولادت تو دل کی مریضہ برداشت کر لیتی ہے، اس کے بعد دل کے پٹھے اور اعصاب کم زور ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس لیے دو سے زیادہ بچوں کی ولادت کے لیے ماہرِ امراضِ قلب اور گائنا کالوجسٹ سے مسلسل رابطے میں رہنا چاہیے، تاکہ دل پیچیدگیوں سے محفوظ رہے

امراضِ قلب کی ابتدا

عام مشاہدہ ہے کہ کسی بھی ادارے سے ریٹائر منٹ ہونے کے بعد ملازمین اپنے آپ کو بہت تھکا ماندہ محسوس کرنے لگتے ہیں اور ان کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ ریٹائر منٹ کے بعد مکمل آرام کریں گے۔ دوسری طرف فنڈ کی اچھی خاصی رقم بھی ہاتھ آجاتی ہے اور پینشن بھی ملنے لگتی ہے، چناں چہ شوہر حضرات اپنی بیگمات سے کہتے ہیں کہ آپ نے کچن میں بہت کام کر لیا، اب رات کا کھانا بچوں کے ساتھ جا کر کسی عمدہ ریستوران میں کھایا کریں گے۔ یہیں سے امراضِ قلب کی ابتدا ہو جاتی ہیں۔ دولت کی فراوانی اور روزانہ مرغن غذاؤں کا استعمال اور آرام طلبی امراضِ قلب کا پیش خیمہ ہوتی ہے، کیوں کہ پہلے جیسی مشقّت نہیں ہوتی، چناں چہ خون میں کولیسٹرول اور بلڈ پریشر کی شکایت ہونے لگتی ہے، بات بات پر غصہ آنے لگتا ہے، بیوی بچوں کی اچھی بات بھی بری لگنے لگتی ہے، تب بیگم کو احساس ہوتا ہے کہ میاں صاحب کا دن میں گھر پر رہنا مناسب نہیں، کیوں کہ روزانہ کی بات بات پر روک ٹوک انھیں پریشان کر دیتی ہے۔

اس کے برعکس سمجھ دار ملازمین ریٹائر منٹ سے پہلے ہی کوئی نہ کوئی ہنر سیکھ لیتے ہیں، تاکہ معاشی اعتبار سے بھی مستحکم رہیں اور آرام طلبی کر کے اپاہج نہ ہو جائیں، بعض لوگ کسی فلاحی ادارے سے منسلک ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ بھی ذہنی اور جسمانی طور پر صحت منداور مطمئن رہتے ہیں۔

دل کے مریضوں کے لیے احتیاطی تدابیر

1. دل کے مریضوں کو وزنی سامان اٹھانے سے پرہیز کرنا چاہیے، خاص طور پر مزدور طبقہ جو عمارت کی تعمیر کے دوران سیمنٹ کی بوریاں، بلاک، بجری اور بھاری سامان کندھوں پر اٹھا کر کئی منزلوں تک چڑھاتے اور اتارتے ہیں۔ اگر وہ دل کی تکلیف میں مبتلا ہیں تو انھیں اس سخت محنت سے گریز کرنا چاہیے۔
2. اگر ڈرائیور دل کا مریض ہو تو اسے پرہجوم ٹریفک میں گاڑی نہیں چلانی چاہیے۔ سڑکیں ناہموار ہوں اور گاڑی چلانے سے جھٹکے لگتے ہوں، تب بھی انھیں ایسی جگہ گاڑی چلانے سے گریز کرنا چاہیے۔
3. آفس میں کام کرنے والوں اور تاجروں کا اگر دل متاثر ہو تو انھیں کام کرنے کی اجازت ہے، لیکن پہلے کی نسبت کام کرنے کے اوقات میں کمی کر دینی چاہیے، اس سے معاشی بحران سے بھی محفوظ رہیں گے اور مصروف رہنے سے دل پر اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔
4. دل کے مریضوں کو ہوائی جہاز کے سفر سے بھی پرہیز کرنا چاہیے، کیوں کہ جب جہاز اونچائی پر پرواز کرتا ہے تو آکسیجن میں کمی ہو جاتی ہے۔ جن دل کے مریضوں کو ہوائی سفر کے دوران متلی، قے اور چکر آتے ہوں، انھیں ہوائی سفر نہیں کرنا چاہیے۔
5. وہ دل کے مریض جو معاشی طور پر مستحکم نہ ہوں اور شادی اور شادی کے بعد کے اخراجات پورے کرنے کے متحمل نہ ہوں، ان کو شادی نہیں کرنی چاہیے، جب تک ان کے معاشی حالات بہتر نہ ہو جائیں، ورنہ مسلسل ذہنی دباؤ سے دل کی تکلیف میں اضافہ ہونے کا خطرہ ہمیشہ رہے گا۔

بقیہ مسائل پوچھیں اور سیکھیں

سے مسجد کی حدود معلوم کر لیں)

اعتکاف میں استثنا

سوال: ایک شخص نے رمضان کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف شروع کرتے وقت جنازہ اور مریض کی عیادت کے لیے جانے کا استثنا کر لیا، یہ استثنا صحیح ہو گا یا نہیں؟

جواب: صورتِ مسؤلہ میں مذکورہ استثنا صحیح نہیں، استثنا کی صورت میں اعتکاف نفل بن جائے گا۔

مصلّی میں اعتکاف

سوال: ہم نے دبئ میں ایک کمرے کو نماز کے لیے خاص کیا ہے، اس میں پانچ وقت نماز باجماعت اور تراویح ادا کی جاتی ہے تو ایسی مسجد یا کمرے کی کیا شرائط ہیں، یعنی اعتکاف کرنا، اس میں دنیاوی باتیں کرنا، موبائل استعمال کرنا وغیرہ؟

جواب: واضح رہے کہ مذکورہ کمرہ اگر کسی بلڈنگ کا ایک کمرہ ہے یا مکان کا کمرہ ہے، لیکن اسے باقاعدہ وقف نہیں کیا گیا تو یہ مسجدِ شرعی کے حکم میں نہیں ہے، بلکہ مصلّی (نماز پڑھنے کے لیے مخصوص جگہ) کے حکم میں ہے۔ مرد کے لیے اس میں اعتکاف مسنون ادا کرنا درست نہیں ہے، اس کے لیے مستقل مسجدِ شرعی ہونا ضروری ہے، البتہ یہاں پنج وقتہ نماز، تراویح اور جمعہ کی شرائط (مثلاً: یہ جگہ شہر یا مضافاتِ شہر یا بڑی بستی میں ہو اور کم از کم چار بالغ مرد جماعت میں ہوں اور عربی میں خطبہ دیا جائے، خواہ قرآن پاک کی چند آیات پڑھ کر وغیرہ) موجود ہونے کی صورت میں جمعہ کا قیام درست ہے، نیز یہاں بھی دنیاوی باتیں تیز آواز سے کرنے اور بلاضرورت موبائل فون استعمال کرنے سے بچنا چاہیے، نیز موبائل میں تصاویر اور ویڈیو دیکھنے سے بھی اجتناب کیا جائے اور جس مقصد کے لیے جگہ مختص ہے، اسی کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔

عورت کے اعتکاف کا طریقہ اور اعتکاف میں مخصوص عبادات

سوال: عورت کے اعتکاف کے بارے میں معلوم کرنا ہے کہ کس طرح کیا جاتا ہے اور اس میں کیا کیا جا سکتا ہے اور کیا نہیں کیا جا سکتا اور اس کی نیت کس طرح کرے؟ کیا کوئی خاص عبادت ہے جو اعتکاف میں کی جاتی ہے؟ اعتکاف کی حالت میں اگر اسے حیض آجائے تو کیا کرے؟

جواب: عورت کے اعتکاف کا طریقہ یہ ہے کہ گھر میں ہی کوئی جگہ اعتکاف کے لیے منتخب کرے، پھر اعتکاف مسنون کی نیت سے اس جگہ بیٹھ جائے، سوائے قضائے حاجت وضو وغیرہ کے وہاں سے نہ اٹھے، اس جگہ بیٹھ کر عبادات (نماز، روزہ، تلاوت، ذکر وغیرہ) بجا لائے۔ اس اعتکاف کی حالت میں کوئی خاص عبادت مشروع نہیں، تفصیل کے لیے بہشتی زیور کا مطالعہ مفید رہے گا۔ اعتکاف کے صحیح ہونے کے لیے عورت کا حیض یا نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے۔ اگر اعتکاف کے درمیان حیض آجائے تو اعتکاف چھوڑ دے، حیض کی حالت میں اعتکاف درست نہیں اور پاک ہونے کے بعد کم از کم ایک دن کے اعتکاف کی (روزے کے ساتھ) قضا کرے۔

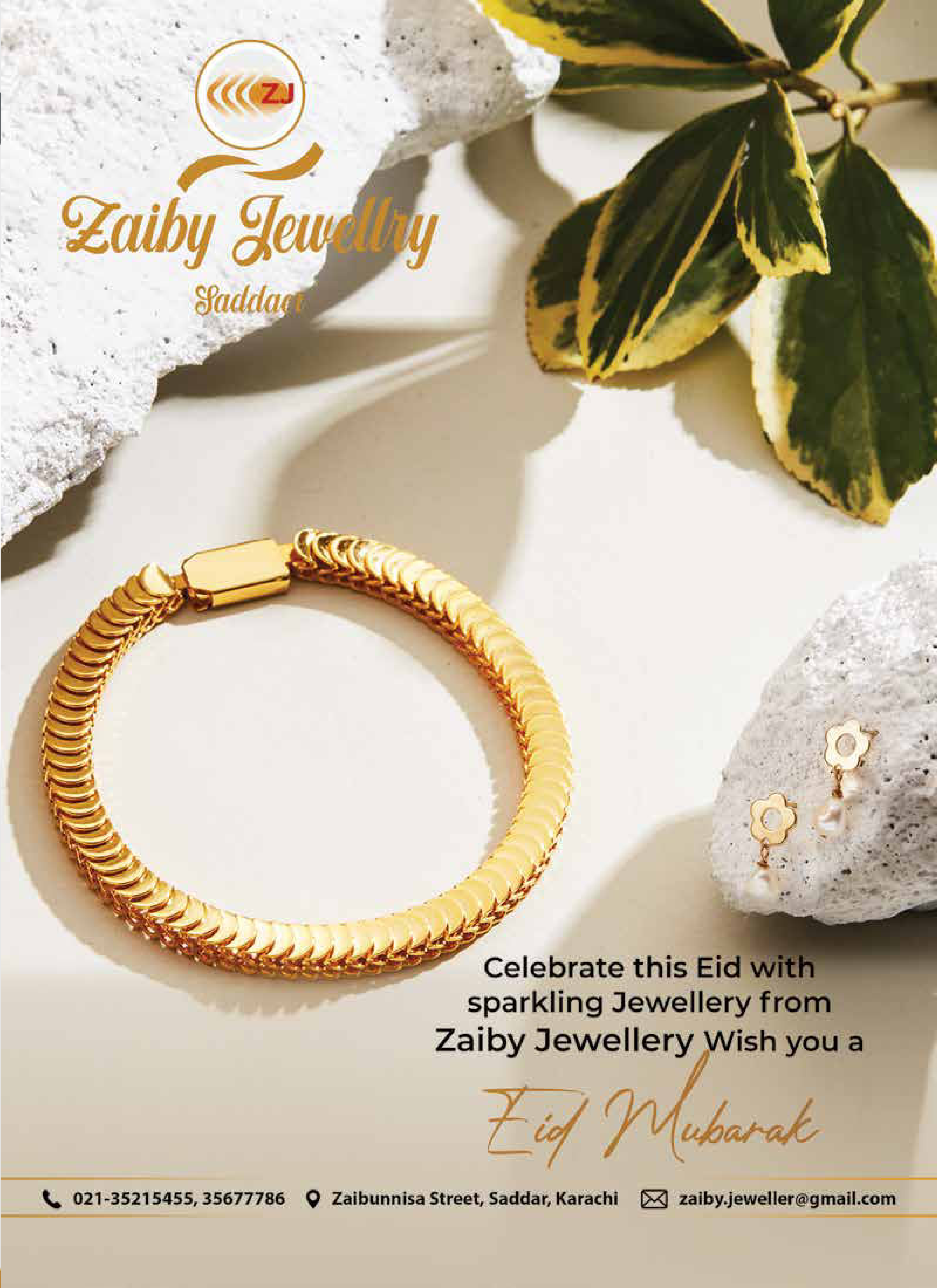
ZJ
Zaiby Jewellry
Saddaar
Celebrate this Eid with
sparkling Jewellery from
Zaiby Jewellery Wish you a
Eid Mubarak
021-35215455, 35677786
Zaibunnisa Street, Saddar, Karachi
zaiby.jeweller@gmail.com

انوکھی عیدی

اُمِّ نُسیبہ

وہ منجمد وجود کے ساتھ موبائل کی اسکرین کو تک رہی تھی۔ اسے اپنے وجود میں دھماکے ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔ اندر جو طوفان برپا تھا' وہ اشکوں کی صورت سیلاب بن کر آنکھوں کے راستے بہ پڑا۔ پیغامات پڑھتے ہوئے دھڑکن ایسی تیز ہو رہی تھی کہ گویا اس کا پورا وجود ہی دل بن گیا ہو۔ اس نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا اور خاموشی سے موبائل جوں کا توں اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ اس کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔

****

ابھی کچھ دیر پہلے وہ کتنی خوش تھی۔ عید میں چند روز ہی باقی تھے اور آج عید کی ساری تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ وہ کتنے شوق سے عدیل کو بچوں کے کپڑے' جوتے' گھڑیاں اور تمام چھوٹی چھوٹی چیزیں دکھا رہی تھی اور عدیل غائب دماغی سے ہر چیز دیکھ رہا تھا۔

"عدیل یہ دیکھیں بریرہ اور خولہ کے ہیئر بینڈز کتنے پیارے ہیں نا؟ اور یہ حاشر کی گھڑی دیکھیں' شکر ہے نیلے رنگ کی مل گئی تھی کیوں کہ اس نے تو کہا ہوا تھا کہ ماما مجھے تو اپنے کپڑوں سے میچنگ کی بلیو واچ ہی چاہیے۔" اس نے ساری شاپنگ شوہر کو دکھاتے ہوئے پوچھا تھا۔

عدیل کی جانب سے کوئی جواب نہ پا کر اس نے عدیل کی طرف دیکھا اور موبائل اسکرین پر اس کی تیزی سے حرکت کرتی انگلیوں کو دیکھ کر کوفت کا شکار ہو گئی تھی۔

"سنیے!! میں آپ سے مخاطب ہوں۔" اس نے ناراضی سے عدیل کی طرف دیکھا۔

"ہمم!!! کیا کہہ رہی ہو؟؟" عدیل نے بمشکل موبائل سے نظریں ہٹاتے ہوئے استفسار کیا۔ "کچھ نہیں' بس میرا دماغ خراب ہو گیا ہے ذرا۔" حفصہ نے جل کر کہا اور چیزیں سمیٹنے لگی۔ عدیل اسے نظرانداز کرتے ہوئے دوبارہ موبائل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"اور اپنے لیے کیا خریدا تم نے؟" عدیل نے نظریں موبائل پر ہی جمائے سرسری سا پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ میرا تو ابھی پچھلی عید کا سوٹ بھی نیا رکھا ہوا ہے۔ مجھے کون سا کہیں جانا ہوتا ہے۔" حفصہ بولی تو عدیل نے "ہمم" کہتے ہوئے گویا بات ختم کر دی۔

یہ صرف آج کی بات نہ تھی حفصہ کئی دنوں سے عدیل کی گھر اور بچوں میں عدم دل چسپی کو محسوس کر رہی تھی۔ پہلے پہل تو اس نے اپنا وہم سمجھا' مگر عدیل کے بدلے رویّے نے اسے عجیب سی پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ وہ پہلے سے یک سر مختلف ہو گیا تھا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی ضروریات کا خیال رکھنا' محبت کا اظہار کرنا' وہ گھر کی ذمّہ داریوں کے باعث تلخ ہو جاتی' پھر بھی عدیل کی طرف سے محبت میں کمی نہ ہونا' وہ خاموش ہو جاتی یا روٹھ جاتی تو منانا۔۔۔ کچھ بھی تو نہ رہا تھا۔

پچھلے ماہ سے بس وہ تھا اور اس کا موبائل!! دفتر سے گھر آ کر ارد گرد سے بالکل غافل ہو جاتا' کبھی اسکرین کو دیکھ کر مسکرانے لگتا تو کبھی کال آنے پر گھر سے باہر چلا جاتا۔ رمضان میں بھی افطار و تراویح سے فراغت کے بعد یہی مشغلہ اس کے پاس ہوتا۔ حفصہ نے شروع میں تو محسوس نہ کیا' مگر اب عدیل کا مسلسل موبائل میں مصروف رہنا اسے کھلنے لگا اور وہ اس بارے میں تشویش کا شکار ہو گئی۔ کچھ دیر پہلے عدیل نمازِ عصر کی تیاری کی غرض سے کمرے سے نکلا ہی تھا کہ میز پر رکھے اس کے موبائل میں میسج کی بیپ بج اُٹھی' میسج پڑھتے ہی حفصہ کے دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ لگے ہاتھوں اس نے میسج ہسٹری جو کھولی تو پتا لگا کہ میسج کسی محترمہ کی طرف سے آ رہے ہیں اور ہر ہر میسج کا جواب عدیل نے بڑی دل لگی و دل جمعی سے دیا ہوا تھا۔۔۔۔ اور آج بہرحال اسے پریشانی کا سِرا کیا ہاتھ لگا' اس کے تو ہاتھوں کے طوطے ہی اُڑ گئے۔

وہ منجمد وجود کے ساتھ موبائل کی اسکرین کو تک رہی تھی۔ اسے اپنے وجود میں دھماکے ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔ اندر جو طوفان برپا تھا وہ اشکوں کی صورت سیلاب بن کر آنکھوں کے راستے بہ پڑا۔ پیغامات پڑھتے ہوئے دھڑکن ایسی تیز ہو رہی تھی کہ گویا اس کا پورا وجود ہی دل بن گیا ہو۔ اس نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا اور خاموشی سے موبائل جوں کا توں اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ اس کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔

****

"عدیل ایسے تو نہ تھے' آخر کیا وجہ ہوئی کہ۔۔۔" اس سے زیادہ اس سے سوچا ہی نہ گیا۔ شدّتِ غم و غصہ سے اس کا دماغ سُن ہونے لگا۔ وہ اُٹھی اور امی کے گھر جانے کے بارے میں سوچنے لگی۔

"کیا ملا مجھے ان دس سالوں میں اپنی قربانیوں اور وفاداریوں کے صلے میں' سراسر اذیت اور بے وفائی۔۔!!" اس نے ناگواری سے سوچا اور بیگ میں اپنے کپڑے رکھنے لگی کہ یکایک اپنے امی ابو کے چہرے اس کی دماغ کی اسکرین پر جگ مگانے لگے۔

"کیا اس بڑھاپے میں' میں انھیں یہ دُکھ دوں؟ ان کے مسکراتے اور مطمئن چہروں پر غم کی پرچھائیوں کا سبب بنوں؟ اور میکے میں جو بھرم قائم ہے' وہ چکنا چور کر دوں؟ میری بھابھیاں' دوستیں اور کزنیں جو میری زندگی کو رشک سے دیکھتی ہیں' کیا ان کے لیے قابلِ ترس اور قابلِ رحم بن جاؤں؟"

حفصہ نے لمحے بھر میں سوچا۔ "مگر عدیل نے بھی تو میرے ساتھ اچھا نہیں کیا نا۔۔" اس نے تلخی سے سوچا۔

"مگر میں عدیل کے لیے کیوں راہ ہم وار کروں؟ کیا اپنا ہنستا بستا گھر تباہ ہونے دوں؟؟" "نہیں نہیں۔۔۔!!" "عدیل نے اگر گمراہی کا رستہ چن لیا ہے تو کیا میں انھیں تنہا چھوڑ دوں۔ جب کہ ہم نے تو جنت تک کی ہم راہی کا وعدہ کیا تھا۔" حفصہ نے لمحوں میں فیصلہ کیا اور کپڑے واپس الماری میں رکھ دیے۔ ہاں اس نے محض جذباتیت کی بجائے مصلحت کی راہ کا انتخاب کیا تھا' تاکہ اپنی جنت کو بچا سکے۔ اسے عدیل پر بے انتہا غصہ آیا ہوا تھا' مگر پھر بھی اس نے باریک بینی سے اپنی زندگی کا جائزہ لیا' کہاں کہاں بہتری کی گنجائش تھی اور کہاں اس سے کوتاہی ہوئی تھی۔ پھر ایک دم کسی نتیجے پر پہنچ کر وہ مطمئن ہو گئی اور وضو کرنے کے لیے اٹھ کھڑی ہو گئی۔ رمضان المبارک کی مبارک ساعتیں اور اس کا ٹوٹا ہوا دل۔۔۔ اس کا دل بھر آیا اور وہ اپنے رب سے راز و نیاز میں مشغول ہو گئی۔

حفصہ نے عدیل کو اس بات کی بھنک بھی نہ پڑنے دی کہ اسے یہ راز معلوم ہو گیا ہے' بلکہ خود کو یک سر بدل ڈالا۔ اب عدیل کے دفتر سے گھر آنے پر وہ نک سک سے عدیل کی پسند کے مطابق تیار ہوتی اور گھر کے کاموں سے فارغ ہو جاتی۔ اسے احساس ہوا کہ زندگی کے جھمیلوں میں اس نے اپنی ذات کو یک سر فراموش

بقیہ صفحہ 21 پر

آج عید ہے

روبینہ عبدالقدیر

سرہانے رکھا موبائل فون میسج ٹون سے لرزا تھا۔ عائش نے ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھایا۔

"رمضان کا چاند مبارک۔" ایک کے بعد ایک پیغام کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا۔ ہر میسج رمضان المبارک کے روزوں کی مبارک پر مشتمل تھا۔ میسج نظر انداز کرتے ہوئے اس نے واٹس اپ اسٹیٹس کھولے۔ وہاں بھی سب نے رمضان المبارک کے پیغامات پر مبنی ویڈیوز اور پوسٹیں لگائی ہوئی تھیں۔

"بس اب ایک میسج سب پکڑ کر آگے فارورڈ کرنا شروع کر دیں گے۔ جیسے مبارک دینا فرض ہو۔" بڑبڑاتے ہوئے اس نے موبائل بند کرنا چاہا کہ ایک اور میسج نظر آگیا۔

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے سب سے پہلے رمضان کی مبارک دی اسے جنت کی بشارت ہے۔" "لاحول ولا قوۃ" من گھڑت حدیث کو کیسے آسانی سے لکھ کر شئیر کر دیتے ہیں لوگ! وہ جی بھر کر بے زار ہوئی تھی۔ کبھی شبِ برات تو کبھی شبِ معراج کی مبارک دینے والے کو جنت کی بشارت سنا کر سب خود کو جہنم سے آزادی کا پروانہ خود تھما دیتے ہیں۔ موبائل بند کر رکھتے ہوئے اس کا ذہن کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

***

رمضان المبارک تیزی سے گزرتا جا رہا تھا۔ وہ رونقیں، برکتیں اور رحمتیں جن کے دم سے رمضان المبارک کا پتا چلتا تھا، اب مفقود ہو کر رہ گئی تھیں۔ نہ عید کی تیاریاں پہلے جیسی رہی تھیں نہ روزے۔

ظہر کے بعد کا وقت تھا، سب گھر والے اپنے کمروں میں آرام کر رہے تھے، لیکن عائش اور زونائش کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔

"عائش اس بار عید کیسے منائیں گے؟" زونائش نے فیس بک چلاتے ہوئے سوال کیا۔

"ہوں۔۔۔ سو کر۔۔ عید کا دن ہی تو ملتا ہے ہمیں سونے کے لیے۔" اس کے لہجے میں چبھن تھی۔

"نہیں! کچھ نیا سوچتے ہیں نا! بچپن میں ہمیں شدت سے عید کے دن کا انتظار رہا کرتا تھا اور اب دیکھو۔۔ سب موبائل فون پر مبارک باد دے کر عید کی خوشی برباد کر دیتے ہیں۔" زونائش نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"درست فرمایا! اس آلے میں پوری دنیا سمائی ہے، لیکن سب کے دل ایک دوسرے سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ نہ پہلے جیسا خلوص رہا نہ وہ چاہتیں۔" عائش نے اس کی تائید کی تھی۔

***

"آئیڈیا!!" عائش نے چٹکی بجاتے ہوئے چلا کر کہا۔ اس کے چلانے سے زونائش کے ہاتھ میں پکڑا چمچہ گرم تیل میں گر پڑا تھا۔ تیل کے چھینٹے اُچھل اس کے ہاتھ پر پڑے۔

"پھوٹو۔" اس نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"کل تم عید منانے کی باتیں کر رہی تھی نا میرے پاس اس عید کو نئے طریقے سے منانے کا ایک آئیڈیا ہے۔" عائش نے اس کے غصے کی رتی بھر پروا نہ کی تھی۔

"اور وہ آئیڈیا کیا ہے؟" وہ چبا چبا کر بولی۔

"ششششش۔۔۔ یہاں نہیں بتا سکتی، کوئی سن لے گا۔" اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر تجسّس پھیلانے کی ناکام کوشش کی۔

"اب یہاں کون سنے گا؟ میرے علاوہ کون ہے یہاں؟" زونائش چڑ کر بولی۔

"کہاوت مشہور ہے کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔" عائش نے کندھے اچکا کر کہا۔

زونائش نے تپ کر غصے سے چمچہ اور تیزی سے چلانا شروع کر دیا۔ ہاتھ میں گرے چھینٹوں پر ابھی تک جلن محسوس ہو رہی تھی۔

"جب بتانا نہیں تو دماغ بھی خراب نہیں کرو جاؤ یہاں سے۔" اس نے بازو سے پکڑ کر عائش کو کچن سے ہی باہر نکال دیا۔ وہ جانتی تھی اب عائش خود ہی اسے بتا دے گی۔

***

عائش اور زونائش دونوں بہنیں تھیں۔ عائش ہمیشہ کچھ نیا سوچنے کی شوقین تھی اور اس سوچ پر عمل زونائش کے ساتھ مل کر کرتی تھی۔ چند سالوں سے میسج اور کال کے ذریعے عید مبارک دینے کا رواج بڑھتا جا رہا تھا۔ رشتے دار و عزیز و اقارب گھر بیٹھے فون کے ذریعے عید مبارک کہہ دیتے اور گھر میں موجود ابا اور اماں بچوں میں عیدی تقسیم کر دیتے۔ عائش کو اچھی طرح یاد تھا کہ بچپن میں پورا ددھیال ان کے گھر جمع ہوتا۔ تایا، چچا اور پھوپھیاں وغیرہ سب بچوں کو عیدی دیا کرتے۔ دوسرے دن وہ لوگ اپنے ننھیال جاتے، جہاں ماموں خالاؤں سے زبردستی عیدی لینے کا بھی الگ مزہ ہوتا تھا۔ وہ عیدی کبھی دو روپے تو کبھی پانچ روپے ہوتی، لیکن اس کی خوشی سب سے الگ ہوتی تھی۔ اب عید کے دن ہزار روپے عیدی وصول کر کے بھی ویسی خوشی نہیں ملتی تھی۔

***

صبح سے کمرہ بند کیے دونوں کسی کام میں مصروف تھیں۔ نماز اور تلاوت کے وقفے کے علاوہ کوئی غیر ضروری توقف نہیں کیا تھا۔

"آخر یہ دونوں صبح سے کر کیا رہی ہیں؟" افطاری کی تیاری کرتی امی جان کو اب ان کی مصروفیت محسوس ہونے لگی تھی۔

"عائش، زونائش۔۔ کمرے سے باہر نکل کر ہاتھ بٹاؤ۔" امی جان نے کتنی بار انہیں آواز دے کر بلایا تھا، لیکن دونوں ابھی آئی کہہ کر پھر سے مشغول ہو جاتیں۔ آخر افطاری کے وقت اذان سن کر دونوں باہر کی طرف دوڑیں۔

***

"پورا دن آپ دونوں کس کام میں مصروف تھیں؟" تراویح کے بعد چائے پیتے ہوئے ابا جان نے استفسار کیا۔ یعنی امی نے ان کا شکوہ ابا جان سے کیا تھا۔

"وہ۔۔۔ہم ع۔۔" زونائش نے کچھ بولنا چاہا تھا۔
"ہم عید کی تیاری کے متعلق مشورہ کر رہے تھے۔" عائش نے اس کی بات اچکتے ہوئے کہا۔
"ایسا کون سا مشورہ تھا جو بعد نماز فجر شروع ہوا اور مغرب تک جاری رہا؟" امی جان تیز لہجے میں بولیں۔ آج انھیں دونوں پر غصہ تھا۔
"چھوڑو بیگم! غصہ تھوکو۔ بچیاں عید کے لیے کچھ منصوبے بنا رہی ہوں گی۔" ابا جان نے امی کو نرمی سے منع کیا۔ وہ چپ تو ہو گئیں، لیکن دونوں کو گھورتی رہیں، شاید وہ جانتی تھیں کہ ان دونوں کے کی مصروفیت کے پیچھے کوئی اور ہی راز تھا۔

***

سویاں بناتی امی جان کی نظریں بار بار ٹیلی فون کی طرف جاتی تھیں جو خلاف توقع آج خاموش تھا۔ ابا جان بھی موبائل فون پکڑے ٹہل رہے تھے۔
"یہ چاند تو سب کا نظر آ گیا، لیکن ابھی تک بھائی جان نے فون کر کے "عید مبارک" نہیں کہا۔" امی اب پریشان ہونے لگی تھیں۔
"میں بھی کب سے جمیلہ آپا کو کال ملانے کی کوشش کر رہا ہوں، اٹھا ہی نہیں رہیں۔" ابا بھی بے چین تھے۔
"اللہ خیر کرے، میرا تو دل گھبرا رہا ہے۔" امی جان کا دل ہولنے لگا تھا۔
عید کا چاند نظر آ گیا تھا۔ گزشتہ کئی سالوں سے چاند نظر آتے ہی فون کا تانتا بندھ جاتا۔ کبھی بڑے ماموں تو کبھی گڑیا خالہ فون کر کے عید مبارک کہہ رہی ہوتیں۔ ابا جان بھی باری باری اپنی سب بہنوں کو فون ملا کر عید مبارک کہتے اور ان سب کی عیدی ایزی پیسا کے ذریعے بھیج دیتے۔ پھر عید والے دن سب تسلی سے سوتے تھے۔ لیکن آج کی "چاند رات" دونوں کو کچھ کھٹک رہی تھی۔

***

ابا جان عید کی نماز پڑھ کر آئے تو خلاف توقع عائش اور زونائش نے ان سے عیدی کا مطالبہ نہیں کیا۔
"خیر تو ہے؟ آج ہماری بیٹیوں کو عیدی نہیں چاہیے؟" انھوں نے حیرت سے اونچی آواز میں کہا۔
"آج آپ کی دونوں بیٹیاں زبان پر تالے لگائے بیٹھی ہیں۔ مجال ہے جو کچھ منہ سے پھوٹیں۔ اوپر سے میرے میکے سے کسی کا فون بھی نہیں آیا، پتا نہیں اس عید پر اتنی منحوسیت سی کیوں محسوس ہو رہی ہے۔" امی جان نے بھڑک کر جواب دیا۔
"ہوں۔۔۔ میں بھی باری باری سب بہن بھائیوں کو فون ملا کر دیکھ چکا ہوں کوئی بھی جواب نہیں دے رہا۔ اللہ کرے سب خیریت سے ہوں۔" وہ بھی متفکر سے تھے۔
اس سے پہلے کہ امی کچھ بولتیں دروازے پر گھنٹی کی آواز سے دونوں چونک گئے۔ گھنٹی تھی جو بجتی جا رہی تھی جیسے کوئی ہاتھ رکھ کر بھول گیا ہو۔

***

"عید مبارک۔۔۔ عید مبارک۔" دروازہ کھولتے ہی ایک مجمع سا نظر آیا۔ امجد ماموں، چھوٹی خالہ، بینا پھپھو، موٹے چچا، تایا اور سب کے بچے عید مبارک کی صدائیں لگاتے اندر داخل ہوئے تھے۔
تھوڑی دیر بعد عورتیں اندر کمرے میں اور مرد بیٹھک میں بیٹھے عید کی سویاں کھا رہے تھے۔ عید کی خاص رونق تھی جو نظر آ رہی تھی۔
"لیکن آپ سب لوگ ایک ساتھ اکٹھے کیسے آئے؟" امی جان خوشی کے ساتھ حیران بھی ہو رہی تھیں۔
اس کا جواب میں دوں گا۔ طوطے کی طرح اونچی اور باریک آواز والے مٹھو نے جیب سے ایک چٹھی نکالی اور پڑھنا شروع کی:
"پیارے عزیز و اقارب! خدارا عید کے خوب صورت تہوار کو ٹیکنالوجی کی نظر نہ کیجیے۔ اس عید پر "عید مبارک" ہمارے گھر آ کر کہیے۔ ہمارے امی اور ابا جان کی کسی کال کا جواب دینے سے احتراز برتیے اور ماضی کی طرح ایک بار پھر عید کی رونق کو بحال کرنے میں ہماری مدد کیجیے۔ والسلام آپ سب کی پیاری "عائش و زونائش۔" مختصر سی چٹھی میں لکھی تحریر امی اور ابا کو سمجھ آ گئی تھی۔
عائش اور زونائش نے عید سے چند روز قبل اپنے ہاتھوں سے عید کے بے شمار کارڈ بنا کر اپنے ننھیال اور ددھیال میں بھیجے تھے اور ہر کارڈ کے اندر یہ چٹھی تھی، جس میں عید کے دن ان کے گھر آنے کا دعوت نامہ تھا۔ اس کے علاوہ ایک ایک کو فون کر کے بھی الگ سے کہا تھا۔ ان دونوں کی اس پرخلوص محبت پر سب نے لبیک کہا اور عید کی خوشی کو دوبالا کر دیا۔
سب سے زبردستی کی عیدی وصولتے بچوں کو دیکھ کر سب بڑوں کے چہروں پر سچی خوشی دوڑ گئی۔ ٹیکنالوجی "عید مبارک" کے بجائے گلے مل کر عید مبارک نے واقعی میں سب کو بتایا تھا کہ "آج عید ہے۔"

بقیہ

انوکھی عیدی

ہی کر دیا تھا اور اس کی یہی عادت عدیل کو ناپسند تھی۔ اب اس خوش گوار بدلاؤ کو عدیل نے بھی نہ صرف محسوس کیا بلکہ پسندیدگی کا بھی اظہار کیا۔ حفصہ کی توجہ ملتے ہی وہ موبائل کو کم وقت دینے لگا، حفصہ کو اس کی جنت واپس مل رہی تھی، اسے اور کیا چاہیے تھا۔ پچھلے کتنے ہی سالوں سے عدیل کا حفصہ سے یہ اصرار تھا کہ وہ عید پر اس کی پسند کا اچھا سا جوڑا لے، مگر ہر بار حفصہ اسے یہ کہہ کر ٹال دیتی کہ عید کے موقع پر ویسے ہی کافی خرچہ ہو جاتا ہے، لہٰذا میں فلاں موقع پر بنایا گیا سوٹ پہن لوں گی۔ خلافِ معمول اس عید پر حفصہ نے خوب صورت سا جوڑا اپنے لیے بھی خریدا۔
عید کا دن آن پہنچا۔ اس دوران حفصہ اندرونی طور پر جتنا بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار رہی، مگر اس نے عدیل کے سامنے ضبط کے بند باندھے رکھے اور اسے خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اسے بس اپنا عدیل واپس چاہیے تھا، ہر قیمت پر۔۔۔ جو اسے واپس مل رہا تھا۔ عید کی نماز پڑھ کر عدیل گھر لوٹا تو حفصہ کو دیکھ کر حیران ہی رہ گیا، کہاں ہر سال عید کے دن کاموں کے بوجھ سے نڈھال ہوتی حفصہ اور کہاں یہ قیامت ڈھاتی حفصہ۔۔۔ حفصہ نے اسے سلام کیا تو اس نے مسکراتے ہوئے اسے عیدی کے ساتھ عید کی مبارک باد دی۔
"اس عید پر ایک اور عیدی بھی ہے تمہارے لیے؟" عدیل نے پراسرار انداز میں کہا۔
اور اپنی جیب سے اپنا استعمال شدہ پرانا موبائل نکال کر اس کے ہاتھ میں رکھ دیا۔
"یہ کیا۔۔؟" حفصہ نے حیرانی سے پوچھا۔
"میرے خیال میں اس کھیل کو ختم ہو جانا چاہیے، کیوں کہ میں اس محترمہ کو چھپا چھپا کر تھک گیا ہوں۔" عدیل معنی خیز انداز میں بولا۔
حفصہ نے حیرانی سے موبائل کو دیکھا اور نا سمجھی کے عالم میں عدیل سے استفسار کیا۔ عدیل نے شرارت سے موبائل کی طرف اشارہ کیا۔ اب حفصہ نے موبائل جو چیک کیا تو ساری حقیقت اُس پر آشکار ہو گئی۔ "ممم۔۔۔ مطلب کہ۔۔۔ آآآپ خود ہی ی ی۔۔۔" مارے حیرت کے اس سے جملہ بھی مکمل نہ ہو سکا۔
"جی ی ی۔۔۔ اور اس دن میں جان بوجھ کر اپنا موبائل آپ کے پاس رکھ کر دوسرے کمرے میں اس موبائل سے میسج کرنے گیا تھا۔" عدیل نے ساری گتھی ہی سلجھا دی۔
"تمہیں کیا لگا کہ یہ تمہارا بے دام غلام تمہارے علاوہ کسی اور کا بھی ہو سکتا ہے؟" عدیل نے مخمور لہجے میں کہا۔ "عدیل آپ بہت برے ہیں۔" حفصہ فرطِ مسرّت سے رو دی۔
"اور آپ بہت اچھی اور عقل مند ہیں۔" عدیل نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا اور معصوم سی صورت بنا کر اپنے کان پکڑ لیے تو وہ بے اختیار مسکرا دی اور اسے لگا کہ کائنات کی ہر شے ان دونوں کے ساتھ مسکرا رہی ہے۔

بلاعنوان

بنت عامر

اس کہانی کا بہترین عنوان رکھنے پر تین سو روپے انعام دیا جائے گا۔ عنوان بھیجنے کی آخری تاریخ 31 مئی ہے

”امی بی! آج میرے لیے افطاری میں اسپیشل کیا چیز بنی ہے؟“ ننھے معاذ نے سوال کیا۔

”کیوں تم زیادہ نواب آئے ہو؟“ ماہ نور بولی۔

”ہاں آیا ہوں! آخر میرا پہلا روزہ ہے۔ میرا حق بنتا ہے‘ ہے نا! امی؟؟“ معاذ نے تائید چاہی۔

”حق!!! یعنی افطاری میں کچھ اسپیشل بننا پہلا روزہ رکھنے والے کے حقوق میں شامل ہے؟؟ کیوں ماہم ایسے حقوق تم نے کسی کتاب میں پڑھے ہیں؟“ ماہ نور ہنسی۔

”ہاں‘ میں بھی حیران ہوں۔ ہمارے ننھے منّے بھائی نے اتنی سی عمر میں ایسی ایسی کتب کا مطالعہ کرلیا ہے‘ جن کا ابھی تک صفحہ ہستی میں وجود بھی نہیں آیا۔“ ماہم نے بھی مذاق اڑایا۔

”کیوں میرے بیٹے کے پیچھے پڑ گئی ہو تم دونوں۔ خبردار جو کسی نے معاذ کو تنگ کیا۔“ امی نے دونوں کو ڈانٹا اور پھر معاذ کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

”آپ کے لیے میں نے بہت اسپیشل چیز بنائی ہے۔ چلو کچن میں ہی چلتے ہیں‘ اذان بھی ہونے والی ہے۔“ معاذ نے کچن میں آتے ہی ٹیبل پر رکھی پاستا کی ڈش کو دیکھ کر خوشی سے نعرہ لگایا۔

”یاہو!! واہ بھئی یہ ہوئی نا! بات امی جان۔“ ”چلو بس! اب نادیدوں کی طرح شور نہ کرو اور دعا مانگو۔“ ماہم نے جل کر کہا۔ ”ویسے امی عید قریب آرہی ہے‘ ہم عید کی تیاری شروع کردیتے ہیں‘ تاکہ آخری وقت میں مشکل نہ ہو۔“ ماہ نور نے پلیٹ میں پاستا ڈالتے ہوئے کہا۔ ”پچھلے سال ہماری عید ٹرالی بہت شاندار رہی تھی۔ سب ڈشیں بہت عمدہ تھیں۔ اس بار ہم پاستا بھی بنائیں گے۔ کل سبزیاں منگوالیتے ہیں ہم کاٹ کر فریز کرلیں گے۔“ ماہم نے کہا۔

اسما نے ایک نظر اپنے شوہر عثمان پر ڈالی اور پھر بچوں سے مخاطب ہوئیں۔ بچو! اس سال ہم عید نہیں منائیں گے۔

”کیا!!! ہم عید نہیں منائیں گے؟ مگر ہم تو مسلمان ہیں۔ مسلمان عید مناتے ہیں اور کافر عید نہیں مناتے۔“ ننھے معاذ نے حیرت سے کہا۔ ماہ نور اور ماہم بھی ششدر رہ گئیں۔

”بیٹا! دادی کی پہلی عید ہے‘ ہم کس طرح خوشیاں منا سکتے ہیں۔“ عثمان صاحب یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ”یار ماہم! میں سوچ رہی ہوں اس بار عید پر ہلکا گرین رنگ کا جوڑا بنواؤں‘ گرمیوں میں ہلکے رنگ ہی اچھے لگتے ہیں۔“ ماہ نور بولی۔

”یاد ہے عنایہ نے پچھلے سال عید پر جو جوڑا پہنا تھا؟ کتنا خوب صورت لگ رہا تھا‘ میں سوچ رہی ہوں اس طرح کا بنوالوں۔“ ماہ نور نے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔

”ارے وہ ڈیزائن تو اب بہت پرانا ہوچکا ہے۔ ابھی کسی ڈیزائنر کی ایگزیبیشن لگے گی وہاں سے لے لیں گے۔“ ماہم بولی۔

”اور میرے کپڑے کون سے رنگ کے ہوں گے؟“ معاذ نے سوال اٹھایا۔

”اُف اللہ! یہ تم کہاں عورتوں کی باتوں میں ٹانگ اڑا دیتے ہو۔“ ماہ نور بولی۔

”عید کی شاپنگ میں نے بھی تو کرنی ہے۔“ معاذ منمنایا۔

”عورتوں کی شاپنگ زیادہ طویل اور ضروری ہوتی ہے۔ اس لیے فی الحال معاذ صاحب آپ اپنے رونے نہ روئیں۔“ ماہم ہنسی جس پر معاذ منہ بنا کر بیٹھ گیا۔

”ارے یاد آیا‘ کل عنایہ کا فون آیا تھا‘ وہ کہہ رہی تھی اس نے چاند رات پہ اپنے گھر مہندی والی بلوائی ہے‘ تو ہم بھی اس کے گھر آکر ہی مہندی لگوائیں۔“ ماہم نے کہا۔

”یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ آرام سے بیٹھ کر لگوائیں گے‘ ورنہ چاند رات پہ تو مہندی والیوں کے پاس بہت رش ہوتا ہے۔ امی آپ بھی ہمارے ساتھ چلیے گا۔“ ماہ نور نے اسما کو گزرتے دیکھا تو ان کو بھی دعوت دے ڈالی۔

”کہاں جارہے ہو بھئی؟؟“ اسما نے حیرت سے پوچھا۔

”مہندی لگوانے۔“ ماہم ہنسی۔ ”مہندی!!!“ اسما نے کہا۔

”جی امی! عنایہ نے مہندی لگوانے کے لیے بلایا ہے۔“ ماہ نور نے وضاحت کی۔

”یہ تم لوگ پھر سے عید کی تیاریاں کرنے لگ گئیں؟“ امی ناراض ہوئیں۔

”کیا مطلب؟“ ماہ نور اور ماہم نے بیک زبان ہو کر کہا۔

”اس دن سمجھایا تو تھا کہ ہم اس سال عید نہیں منائیں گے۔“

”یعنی ہم نئے کپڑے بھی نہیں بنوائیں گے اور مہندی بھی نہیں لگوائیں گے؟“ ماہ نور ہکا بکا رہ گئی۔ ”پھر ہم عید پر کیا کریں گے؟“ معاذ نے پوچھا۔

”جلدی سے جا کر وضو کرو تراویح کا وقت ہوگیا ہے۔ ابو مسجد کے لیے تیار ہیں اور آپ کا انتظار کررہے ہیں۔“ اسما نے بات بدلی اور سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئیں کہ آخر ان بچوں کو یہ ”فلسفہ“ کیسے سمجھائیں۔

بچوں کو سلانے کے بعد اسما اپنے کمرے میں آئی‘ جہاں عثمان صاحب کتاب کے مطالعے میں مصروف تھے۔ وہ کچھ متذبذب سی ہو کر ان کے پاس بیٹھ گئی۔

”مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔ میں سوچ رہی تھی کیوں نہ ہم دنیا کے رسم و رواج کو چھوڑ کر دین کو اپنی زندگی میں مقدّم رکھیں‘ بچے کب سے عید کی تیاریاں کررہے ہیں‘ اب میں ان کو کیسے سمجھاؤں کہ دنیا کے رواج کے مطابق اس سال ہم عید نہیں منا سکتے۔“

”دنیا کا رواج!! کیسی باتیں کررہی ہو۔ آخر میری ماں کا انتقال ہوا ہے۔ ان کی جدائی اور ان کا غم تازہ ہے۔ اس حال میں بھلا ہم کیسے خوشیاں منائیں۔“ عثمان صاحب ناراض ہوئے۔

”آج تفسیر کی کلاس میں باجی بتارہی تھیں کہ سوگ صرف تین دن کا ہوتا ہے۔ البتہ شوہر کی وفات پر عورت چار ماہ دس دن کا سوگ کرتی ہے۔ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا جو کہ

اُم المومنین ہیں ان کو جب اپنے والد حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر ملی تو انھوں نے تیسرے دن خوش بو لگائی اور فرمایا: مجھے اس خوش بو کی ضرورت تو نہیں تھی، مگر وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ تین دن سے زائد سوگ منائے۔ سوائے وہ عورت جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو کہ وہ چار ماہ دس دن سوگ کر سکتی ہے، پھر اس سب کے باوجود کسی عزیز کے انتقال پر عید نہ منانا اور سوگ کرنا تو دنیا کا رواج ہی ہوا نا!

عید تو اللہ کی جانب سے مسلمانوں کے لیے تحفہ ہوتی ہے۔ اس پر خوش ہو کر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے نہ کہ پچھلے غم لے کر بیٹھ جانا۔ اسی کو تو اللہ کی رضا میں راضی کہتے ہیں۔"

"اوہ! یعنی ہمیں خوشی کے ساتھ عید منانی چاہیے اور بچوں کو نئے کپڑے بھی بنوا کر دیں؟" عثمان صاحب نے کہا۔

"دیکھیں، سوگ و غم کے ساتھ عید گزار کر ہماری مرحومہ والدہ کو کوئی ثواب نہیں ملے گا، کیوں نہ ہم کچھ ایسا کریں کہ جس سے اللہ بھی راضی ہو اور ہماری والدہ کی قبر بھی ٹھنڈی ہو، جس طرح ہم اپنے کپڑے بنواتے ہیں۔ بچوں کے بنواتے ہیں اسی طرح ہم امی جان کے بھی بنوائیں گے اور کسی غریب محتاج کو دے دیں گے، تاکہ وہ بھی عید کی خوشی حاصل کر لے اور اس طرح امی جان کے نامۂ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ ہو گا۔"

"واقعی یہ تو بہت اچھی بات ہے، مگر پھر لوگ کیا کہیں گے؟" عثمان صاحب نے سوال اٹھایا۔ "اللہ کو خوش کرنا بہت آسان ہے، برادری کو خوش کرنا بہت مشکل ہے۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے: برادری کو خوش کرنے کے لیے اگر اپنی ران کا گوشت کاٹ کر دیں تو پھر بھی کہیں گے کہ اس میں نمک کم ہے۔"

"زبردست۔" عثمان صاحب نے کہا۔

"چلیں کل اب اپنی جیب گرم رکھیے گا۔ ہم آپ کے ساتھ ڈھیر ساری شاپنگ کریں گے۔" اسما مسکرائی اور عثمان صاحب نے سر پکڑ لیا۔

صومِ اولین

فروا مشتاق

آج سے بیس برس قبل جب ہم نے اپنا پہلا روزہ رکھا تو ہم روزے کے مفہوم سے ناآشنا تھے۔ عبادت کا ایک ناپختہ سا تصور ذہن میں محفوظ تھا۔ پہلی سحری کے موقع پر ہمیں نہایت اہتمام سے ہرگز نہیں جگایا گیا بلکہ ہم خود پر جبر کرتے، حاتم طائی کی قبر پہ لات مارتے، خود بخود اٹھ بیٹھے۔ سب کے نہ نہ کرنے کے باوجود بھی ڈٹ کر سحری کی۔ چنگیر میں رکھے دیسی گھی سے تر پراٹھوں کے ساتھ لسی کے چار گلاس خالی کیے، دہی تو بہر حال ضروری تھا۔ دوران سحری، چاروں طرف سے متواتر ہدایات آتی رہیں۔ اب روزہ پورا کرنا ہے، پانی نہیں پینا، نمازیں بھی ساری پڑھنی ہیں، رات کو تراویح بھی پڑھ کر سونا ہے۔ جب کہ ان سب میں ایک مدھر اور سریلی آواز نے یہ بھی کہا کہ بچوں کا چڑیا روزہ ہوتا ہے۔ بارہ بجے کھول کر پھر سے رکھ لینا۔ یہ آواز امی کے علاوہ اور کس کی ہو سکتی تھی؟

یوں ہم نے اپنا پہلا روزہ رکھ لیا۔ گو کہ ہم نے اس سے پہلے بھی روزے رکھنے کی اپنی سی سعی کی تھی مگر وہ روزے کے مفہوم پہ پورا نہ اترتے تھے۔ سو صوم اولین کہلانے کے لائق یہی روزہ تھا۔ تب ہمارا گھر گاؤں میں تھا۔ ساتھ ساتھ بنے گھر جہاں آتے جاتے دیوار سے دوسرے کے گھر جھانکنا بھی واجب تھا۔ حتیٰ کہ کوئی چھینکتا، تو گلی کی نکڑ پر بنے گھر کو بھی خبر ہو جاتی۔ ایسے میں ہمارے روزے کی خبر کیوں کر چھپ سکتی تھی؟

صبح دس بجے تک کا وقت تو نہایت آرام سے گزر گیا کہ اس سارے میں ہم خواب خرگوش کے مزے لیتے رہے۔ جوں ہی آفتاب نے جوبن دکھایا تو جیسے آگ کے شعلے تڑتڑ برسنے لگے۔ اس آگ کے چھڑکاؤ سے ہماری زبان صحرائی زمین کی مانند ہو گئی۔ دوپہر تک جب سب روزے دار اور روزہ خور آرام فرمانے لگے تو ہماری برداشت کا بیڑہ غرق ہو گیا۔ آنتوں نے قل ہو اللہ کا ورد کیا تو ہم دبے پاؤں اردگرد دیکھتے اٹھے اور صحن کی پچھلی طرف جہاں ہینڈ پمپ (نلکا) لگا تھا، خاموشی سے وہاں کھسک آئے۔ ہینڈ پمپ کے پہلے جھٹکے سے ابلتا ہوا پانی ہتھیلی کو جلا گیا مگر متواتر جھٹکوں سے ٹھنڈا پانی نکلا تو ہم نے فوراً منہ نیچے کیا، پانی ابھی حلق کو لگا بھی نہ تھا کہ تائی کی گرج دار آواز سے ہم زمین بوس ہوتے ہوتے بچے۔ تائی برستی ہوئی پچھلے حصے کی طرف آئیں تو ہم جان بچانے کو دوڑے اور دیوار کے ساتھ رکھے اسٹول پر چڑھ کر ساتھ والے گھر میں جیسے ہی کودے عین اسی وقت خالہ جمیلہ جو (اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے) تائی کی آواز پر اپنے سٹول پہ چڑھ کر ہماری طرف جھانکنے لگی تھیں، ایسا زوردار تصادم ہم دونوں کے بیچ ہوا کہ ہم واپس اپنے گھر اور خالہ، ٹھا کی آواز سے، اپنے صحن میں گریں۔

ان کی ہائے ہائے پہ تائی ہمیں چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ ہم وہاں سے جان بچا کر دوڑے تو چند منٹ بعد تائی پھر سے نازل ہو گئیں مگر ہم بھی اپنے نام کے ایک تھے۔ تائی نے سو قسمیں کھا کر سب کو یقین دلایا مگر ہم نہ مانے۔ بلکہ آنکھوں میں آنسو لا کر ایسے شد و مد سے بیان دیا کہ بیڑیوں میں جکڑا شیطان بھی ورطۂ حیرت میں مبتلا ہو گیا۔

دیکھیے ہم روزے کے ساتھ پانی پینے ہرگز نہیں گئے (نعوذ باللہ)۔ بلکہ ہم تو ہینڈ پمپ کے نیچے نہانے گئے تھے۔ وہ تو تائی چلاتی ہوئی شومئی قسمت ہاتھ میں ڈنڈا لیے آئیں تو ہم یہی سمجھے؛ کسی کی پٹائی ہو رہی ہے اور کہیں اگلا نمبر ہمارا نہ لگ جائے یہی سوچ کر ہم خالہ جمیلہ کی طرف گئے۔ اس بیان سے تائی بھی شش و پنج میں پڑ گئیں۔ لیکن امی نے علاحدگی میں پیار سے پچکارتے اصل بات ہم سے اگلوالی کہ ہم پانی پینا چاہتے تھے مگر تائی کی وجہ سے نہ پی پائے۔

پھر شام تک ہم نے سحری پر گزارا کیا۔ نتیجتاً زبان منہ سے باہر آ گئی۔ اب کوئی بات بھی پوچھتا تو ہم زبان کی بجائے ہاتھ کے اشارے سے جواب دیتے. اور افطاری سے ایک گھنٹا پہلے ہم دستر خوان پر لیٹ گئے۔ افطار کے وقت جو ہم کھانے کی اشیاء پر ٹوٹے تو سب کے حوصلہ دینے کے باوجود بھی ہر شے شکم برد کرنے میں لگے رہے۔ نتیجہ یہ کہ اگلی سحری تک تین بار درد کش شربت پینا پڑا۔

اس روزے نے سات سال کے بچے کو روزے کے مفہوم سے لے کر آنتوں کو کرلانے والی بھوک کے سب معانی سے آشنا کروا دیا۔ آج اتنے سال گزر جانے کے باوجود، جب صوم اولین کے ساتھ خالہ جمیلہ کی یاد آتی ہے تو بے اختیار ایک مسکراہٹ چہرے پر سے گزر جاتی ہے۔

جُنیداَمین

جُنیداَمین

Your Trusted Friend in Real Estate

Sale - Purchase - Rent

22-C, Khyaban e Jami near Baitussalam Masjid Phase IV, D. H. A. Karachi
02135313254 , 02135313319 , 03009213373 Email: junaidameen@live.com

عید کی چھٹی

لطافت

"منّے اُٹھ جا جلدی! باپ کے ساتھ عید کی نماز پڑھنے نہیں جائے گا کیا؟" رضیہ نے منے کو جگانے کے لیے جھنجوڑ ڈالا۔ "اٹھ رہا ہوں اماں! ابھی تو بہت وقت ہے، مولوی صاحب نے آٹھ بجے نماز کا اعلان کیا تھا۔" بابر عرف منے نے کسلمندی سے آنکھیں کھول کر ماں کو دیکھا۔

"تُو اٹھ کر نماز کی تیاری نہیں کرے گا کیا؟ سات بجنے والے ہیں اور کتنی دیر سے اٹھے گا؟" ماں نے کہنے کے ساتھ ساتھ ہاتھ پکڑ کر اٹھا کر بٹھا دیا۔

"مجھے کون سا عید کی کوئی خاص تیاری کرنی ہے۔" منّے نے اپنے کپڑوں پر سرسری سی نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "چل اب زیادہ باتیں نہ بنا اٹھ جا۔" رضیہ نے بیٹے کی بات سن کر نظریں چراتے ہوئے کہا۔

بابر سستی سے اٹھ کر صحن میں لگے نلکے کی طرف چل دیا اور ہاتھ منہ دھونے لگا۔ کچھ دیر بعد اس کے ابا توقیر نے آواز دی: "منّے چل آ جا جلدی کہیں نماز نکل نہ جائے۔"

وہ آواز لگاتے ہوئے دروازے تک جا چکا تھا تو منّا بھی جلدی سے چپل پاؤں میں اڑسنے لگا۔

"واپسی پر کچھ لے آنا پکانے کے لیے۔" رضیہ نے شوہر کو دروازے سے نکلتے دیکھ کر آہستہ سے کہا۔

"اچھا۔" توقیر نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے جواب دیا اور دروازہ عبور کر گیا۔

***

توقیر ایک مزدور تھا، جس کو ٹھیکے دار روز کی اُجرت پر کام پر بلاتا تھا۔ اب عید پر ٹھیکے دار کی طرف سے کام روک دیا گیا تھا تو اس کی اجرت بھی رُک گئی۔ روز کی کمائی بس اتنی ہی ہوتی تھی کہ جس میں وہ اس دن پکانے کو دال آٹا اور ضروری مسالا خرید سکتا تھا۔ بیٹے کو پڑھانے کے شوق میں اس نے کسی کام پر نہیں لگایا تھا بلکہ گورنمنٹ اسکول میں داخل کروا دیا تھا، اس کو ہر کلاس کے لیے کتابیں اور یونیفارم اسکول سے مل جاتا تھا۔ توقیر کو بچے کی تعلیم کا خرچہ نہیں اٹھانا پڑتا تھا، اس طرح وہ بیٹے کو تعلیم دلوانے کا شوق پورا کر رہا تھا۔

***

نماز کے بعد سب نمازی ایک دوسرے سے گلے مل کر مبارک باد دینے لگے۔ توقیر بھی چند لوگوں سے ملا اور پھر بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر گھر کی راہ لی۔

"کیا بات ہے توقیر! آج گھر میں کھانا نہیں بنانا؟ کہیں دعوت پر جانے والے ہو کیا؟" وہ سر جھکائے سوچوں میں گم جا رہا تھا کہ محلے کے دکاندار نے آواز لگائی، جس سے وہ روز کام سے واپسی پر سامان لیتا تھا۔ "نہیں۔" توقیر اُس کے مذاق پر بس اتنا ہی کہہ سکا اور اپنے گھر کی جانب بڑھ گیا۔

"ابا! ہمیں کوئی دعوت پر کیوں نہیں بلاتا؟" دعوت کا لفظ سن کر مُنے کے ذہن میں سوال کلبلایا۔ "کبھی بلائیں گے اِن شاء اللہ۔" توقیر نے منّے کو اُمید دلائی اور خود پھر سے سوچوں میں غلطاں ہو گیا۔

گھر واپس پہنچ کر رضیہ کی سوالیہ انداز میں اٹھی نظروں کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، اس لیے اُس نے نظریں چراتے ہوئے اُس کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لے کر لبوں سے لگا لیا۔

"امی مجھے بھوک لگ رہی ہے کچھ کھانے کو ہے؟" جس سوال کا خدشہ پورے راستے توقیر کو ستا رہا تھا، وہ سامنے آ گیا تھا۔ "چل کچھ دیر صبر کر لے، پھر کچھ نہ کچھ دیتی ہوں۔" رضیہ نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہہ کر باورچی خانے کا رخ کیا اور خالی ڈبے پھر سے کھول کھول کر دیکھنے لگی۔

"تھوڑا بہت آٹا بھی نہیں ہے؟ جس سے منّے کو روٹی بنا دے، وہ خالی روٹی ہی کھا لے گا۔" توقیر نے دروازے پر کھڑے ہو کر بے بسی سے سوال کیا۔

"نہیں! کچھ بھی نہیں ہے۔" رضیہ نے نم آنکھوں سے جواب دیا۔

"چل تو فکر نہ کر، اللہ بڑا مسبّب الاسباب ہے، میں باہر نکلتا ہوں، شاید کچھ مزدوری مل جائے۔" توقیر سے بیوی کے آنسو برداشت نہیں ہوئے تو وہ باہر نکل گیا۔

***

"منّے دروازے پر دیکھ شاید تیرے ابا آئے ہیں۔" رضیہ نے دروازہ بجنے کی آواز سن کر منّے سے کہا جو ابھی ابھی باہر سے واپس آ کر منہ ہاتھ دھو رہا تھا۔ "سلام ابا!" دروازہ کھول کر منّے کو ابا کا چہرہ نظر آیا تو کچھ کھانے کو ملنے کی اُمید بھی بندھ گئی۔

"وعلیکم السلام! تیری ماں کہاں ہے؟" توقیر نے اندر آ کر دروازہ بند کرتے ہوئے پوچھا۔ سامنے ہی رضیہ کھڑی تھی، جس کا چہرہ شوہر کے خالی ہاتھ دیکھ کر بجھ گیا۔ توقیر نے بھی بیوی کی آنکھوں میں ٹوٹتی ہوئی اُمید دیکھ کر نظریں جھکا لیں۔ باپ کی جھکی نگاہیں دیکھ کر منّا اپنے آپ کو گھسیٹ کر کمرے کی طرف لے جانے لگا تو دونوں نے بے بسی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

توقیر ٹھیکے دار کے پاس کچھ پیسے اُدھار لینے گیا تھا، جس سے کم از کم عید کی چھٹیاں گزر سکیں، مگر ٹھیکے دار کے یہاں بڑی سی عید ملن پارٹی تھی، جس کی وجہ سے وہ بہت مصروف تھا۔ اس نے اپنے نوکر کے ذریعے ملنے سے ہی انکار کروا دیا تھا اور توقیر اپنا سا منہ لے کر واپس آ گیا تھا۔

***

"توقیر چاچا گھر پر ہے؟" کچھ ہی دیر گُزری تھی کہ دروازہ بجنے کے ساتھ ہی ایک بچے کی آواز آئی تو اُس نے مرے مرے قدموں سے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔

"چاچا ہمارے گھر کی بیرونی دیوار گر گئی ہے، ابا نے کہا کہ آپ اسے بنا دیں۔ عید کے دن اچھا نہیں لگتا، لیکن مجبوری ہے۔"

دروازہ کُھلتے ہی ملک صاحب کے بارہ سالہ لڑکے نے بولنا شروع کیا تو بولتا ہی چلا گیا۔ اُس کی بات سن کر توقیر کے منہ سے "الحمدللہ رب العالمین" نکلا تو لڑکے نے حیرت سے آنکھیں نکال لیں۔

"کیا چاچا؟" اُس نے سوال کیا تو توقیر نے گڑبڑا کر کہا:

"تم چلو میں اپنا سامان لے کر ابھی آتا ہوں۔"

وہ رضیہ کو بتا کر جلدی سے ملک صاحب کے گھر کی طرف گیا، جہاں کام دے کر اللہ نے اُس کے رزق کا اہتمام کر دیا تھا۔

عید کا مزہ

بنت جان زیب

گھنٹی کی آواز پر صبا نے جلدی سے ہاتھ دھوئے اور کچن سے نکل کر مین گیٹ کی طرف دوڑ لگائی، جہاں حیا شاید گھنٹی پر سے ہاتھ اٹھانا بھول گئی تھی۔

"السلام علیکم حیا! کہیں تمہارا ہاتھ بٹن پر چپک تو نہیں گیا تھا نا!"

"وعلیکم السلام صبا! تمہارا ہاتھ برتنوں نے پکڑ تو نہیں لیا تھا نا!"

دونوں بہنیں ہنستی ہوئی اندر کی طرف بڑھ گئیں۔

صبا اور حیا دونوں بہنیں تھیں۔ صبا عرفہ پھوپھو کی بہو تھی جبکہ حیا کو تایا سجاد نے اپنے گھر کی زینت بنا رکھا تھا اور آج دونوں نے مل کر افطاری کے بعد عید الفطر کی شاپنگ کے لیے جانا تھا۔

صبا عرفہ پھوپھو کے پاس بیٹھ کر تایا تائی کے حال احوال بتانے لگی تو صبا نے جلدی جلدی مارکیٹ کے لیے نکلنے کی تیاری کی اور دونوں پھوپھو کو اللہ حافظ کہتی ہوئی باہر نکل گئیں۔

ڈرائیور ان کے بتائے ہوئے شاپنگ مال کی طرف گاڑی بھگائے لے جا رہا تھا اور حیا اور صبا کے درمیان مطلوبہ اشیاء کی لسٹ تیار ہو رہی تھی۔ صبا کو بچوں کے جوتے، بیڈ شیٹ اور کچھ جیولری لینی تھی جب کہ حیا صائمہ تائی کے لیے سوٹ اور جوتے لینے کا ارادہ رکھتی تھی کہ صائمہ تائی پہلی بار مسنون اعتکاف کر رہی تھیں تو حیا نے انہیں تحفہ دینے کا سوچا تھا۔

"حیا! اب عید پر نئے کپڑے، جیولریاں، نت نئی ڈیزائن کی چیزیں پہن کر اور قسما قسم کھانے کھا کر بھی عید کا کوئی مزہ نہیں آتا۔ وہ بچپن کی عید ہی عید ہوتی تھی جب ایک آئسکریم کھا کر بھی عید ہو جاتی تھی۔ اب تو عید بس کاموں میں مصروف ہی گزر جاتی ہے، نہ نئے کپڑے پہننے کا وقت ملتا ہے نہ کسی کے پاس مل بیٹھنے کا' اب تو عید بھی خوشیاں نہیں لاتا۔"

صبا سوچوں میں گم ایک ہی سانس میں سب بولتی چلی گئی۔

"نہیں صبا، عید کی حقیقی خوشی تو ابھی ہی ہے، بچپن میں ہمیں عید کی کیا سمجھ تھی ہم تو نئے کپڑے پہن کر تیار گھومنے پھرنے اور مزے مزے کے کھانے کھانے کو ہی عید سمجھتے تھے۔ یہ تو اب علم ہوا کہ عید اصل میں رمضان المبارک میں اپنے مالک سے معافیاں مانگ کر اس کو منا لینے کا اور دل کو تمام مخلوق کے لیے کینے، بغض اور نفرتوں سے پاک کر لینے کا نام ہے۔ تم بتاؤ اگر عید کا دن نہ آتا تو سب روٹھے ہوئے ہمیشہ روٹھے ہی رہتے۔ دوسروں کی خوشی کے لیے اپنی خواہشات کو مار دینے کا جذبہ نہ ہوتا۔ ایک دوسرے سے معافی تلافی کیے بغیر ہی سب دنیا سے رخصت ہو جاتے اور آخرت میں کتنی بڑی گرفت ہوتی۔ یہ تو اللہ کا احسان ہے کہ ہمیں عید کا دن عطا کیا جس میں ہر مسلمان اپنے دل کو سب کے لیے پاک صاف کر لیتا ہے۔ ہر ایک سے محبت سے ملتا ہے۔ ہر قسم کی ناراضی کو ختم کر لیتا ہے۔ عید تو دلوں کے مل جانے کا دن ہے۔ روٹھے ہوؤں کو منانے کا اور اپنوں سے محبتوں کے اظہار کرنے کا دن ہے۔ اور اپنوں کے لیے عید کا دن کاموں میں مصروف گزر جانے پر بھی دل خوشی سے سرشار رہتا ہے کبھی اکتاتا نہیں ہے۔ حیا نے صبا کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

گاڑی مارکیٹ کے آگے رکی اور دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو منقطع ہوگئی مگر شاپنگ کے دوران مسلسل صبا اپنی گزری ہوئی عیدوں میں کھوئی ہوئی تھی کہ اس نے تو کبھی عید کے دن کو اتنی عظمت والا اور مقدس دن سمجھا ہی نہ تھا۔ صبا کا دل تو عید پر اپنوں سے اور بھی زیادہ خراب ہو جاتا کہ زیادہ مہمانوں کے باعث اس پر کام کا بوجھ خوب بڑھ جاتا تھا اور اس کی عید گھر میں ہی گزر جاتی تھی۔ پھر عید کے تیسرے دن جب صبا امی کے گھر جاتی اور بار بار پھوپھو کو یہ احساس دلاتی کہ اب عید ہی ختم ہو گئی ہے۔ اب کون سی عید ملنے جائے چوں کہ صبا کی نندوں کی اور جیٹھ کی فیملیاں باری باری تین دن تک عرفہ پھوپھو کے پاس عید ملنے آتی تھیں جس کی وجہ سے صبا کی عید تین دن تک گھر پر ہی گزر جاتی تھی۔

"صبا! دیکھو یہ گرے والا سوٹ صائمہ تائی کے لیے اچھا رہے گا؟" حیا کی آواز پر صبا چونکی اور سوٹ کی طرف متوجہ ہو گئی۔

واپسی پر صبا نے گاڑی میں حیا کو وہ سب بتایا جو وہ دوران خریداری مسلسل سوچتی رہی تھی۔

تو حیا نے اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں مقفل کر دیا اور پیار سے گویا ہوئی۔ "دیکھو صبا اگر تمہارے دل میں دوسروں کو خوشیاں دینے کا جذبہ ہو گا تو پھر تمہیں کوئی گرانی محسوس نہیں ہو گی۔ کیا تم نے کبھی عید پر اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجائے ساری تھکن چھپا کر اپنی نندوں کی خدمت کی ہے؟ کیا تم نے کبھی سنت سمجھ کر عید پر مہمانوں کا اکرام کیا ہے؟ صبا کیا پھوپھو کے بچے اب پھوپھو سے عید ملنے نہ آئیں؟ جس طرح تمہارا دل چاہتا ہے تم امی کے پاس جا کر عید گزارو ایسے ہی ہر بیٹی کا دل چاہتا ہے صبا۔ اگر تم اپنی چاہت کو پھوپھو کی بیٹیوں کی عید کے لیے قربان کر دو تو کیا دل میں خوشی محسوس نہیں کرو گی؟ اصل میں آج ہر شخص دوسروں کو خوشیاں دینے کے بجائے اپنے آپ کو خوش رکھنے کی فکر میں ہے جبکہ حقیقی راحت اور خوشی تو دوسروں کو خوشیاں دینے سے ملتی ہے۔ تم اس عید پر خوش دلی سے سنت سمجھ کر سب کی خدمت اور اکرام کرنا پھر بتانا کہ عید کیسے گزری۔"

"ان شاء اللہ۔" صبا نے دھیمی سی آواز میں کہا اور ڈرائیور کو گاڑی مارکیٹ کی طرف واپس موڑنے کو کہا کیوں کہ اب صبا کو پھر عرفہ پھوپھو کو عید کے دن تحفہ دینا تھا۔

اس عید پر صبا کے گھر الگ ہی رونق تھی۔ صبا کا مسکراتا چہرہ اور ہر ایک سے خوش دلی سے پیش آنا سب ہی نے محسوس کیا تھا۔ صبا کو لگ رہا تھا جیسے سب کی عید کی خوشیاں اس کے چہرے پر سجی مسکراہٹ میں تھیں۔ صبا کو آج معلوم ہوا تھا کہ رمضان المبارک میں عبادات ادا کرنے کے ساتھ ساتھ خاص طور پر اپنے دل کو سب کے لیے محبت سے بھر دینے سے ہی حقیقی عید آتی ہے ورنہ عید کا دن تو آتا ہے۔ پر عید نہیں آتی۔

گلے شکوے مٹا کر مسکراؤ عید کا دن ہے
جو روٹھے ہیں انہیں چل کر مناؤ عید کا دن ہے

عائشہ کی بچپن سے ہی ایسی طبیعت تھی کہ وہ ہر ماحول میں فوراً ڈھل جاتی تھی۔ جب کبھی وہ شہر سے گاؤں اپنی نانی کے گھر جاتی تو اس کے بھائی بہنوں کو گاؤں کے ماحول سے ہم آہنگ ہونے میں کافی دن لگ جاتے، لیکن عائشہ چند گھنٹوں میں ہی گاؤں کے ماحول کا حصہ بن جاتی، لیکن اپنی فطرت کے برعکس وہ اپنے سسرال کے ماحول میں ایڈجسٹ ہی نہیں ہو پا رہی تھی۔ حسان کے امی نے اسے ایک نعتیہ مجلس میں پسند کیا، جب وہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت سرائی کر رہی تھی اور انھیں عائشہ کی آواز کے ساتھ اس کی صورت بھی ایسی بھائی کہ وہ دوسرے دن اپنے بیٹے حسان کے لیے عائشہ کا رشتہ لینے ان کے گھر پہنچ گئیں۔ حسان سے رشتہ طے کرتے وقت اس کے والدین نے بھی وہی غلطی کی جو عموماً لوگ کرتے ہیں۔ حسان کے کام کاج کے بارے میں تو خوب جانچ پڑتال کی گئی، لیکن اس کی عبادات اور معمولات زندگی کو یکسر نظرانداز کر دیا گیا۔ حسان کا دل چاہتا تو پانچ وقت نماز باقاعدگی سے باجماعت ادا کرتا تو کبھی جمعہ بھی ادا نہ کرتا۔ ایک دن باتوں ہی باتوں میں عائشہ نے حسان کو نماز پڑھنے کی تلقین کرنی چاہیی، لیکن سامنے سے حسان نے سخت لہجے میں اسے کہہ دیا: "یہ اللہ اور میرا معاملہ ہے۔" اس کے بعد سے عائشہ نے کبھی ایسی بات نہیں کی البتہ دعا کرتی رہتی تھی۔ رمضان کے شروع ہونے سے پہلے ہی عائشہ کی ساس نے اسے اپنے کمرے میں بلایا "دیکھو عائشہ! ہمارے گھر میں سحری اور افطاری میں بڑا اہتمام کیا جاتا ہے۔ سحری میں پراٹھے، پھینی، کھجلا، سالن لسی ضرور بنائی جاتی ہیں اور افطار میں چھولے، دہی بڑے اور دو قسم کی فرائی اور دو قسم کا میٹھا، فروٹ چاٹ، دودھ والا شربت روزانہ بنتا ہے، ورنہ تمہارے ابو اور حسان کے منہ بن جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ آس پڑوس میں بھی افطار بھیجنی پڑتی ہے۔" اتنی ساری ڈشوں کا سن کر ہی عائشہ کے ہاتھ پیر پھولنے لگے اور اس کے ذہن میں یہ سوچ گردش کرنے لگی کہ اتنی ساری چیزیں پکانے کے بعد کیا عبادت کا وقت اسے میسر آئے گا کہ جس میں وہ اپنے رب کو راضی کر سکے گی، اس کی ان گنت نعمتوں کا شکر کیسے ادا کر سکے گی دماغ تو نفی میں ہی جواب دے رہا تھا۔

عائشہ کے چہرے کا رنگ اڑتا دیکھ کر اس کی ساس کہنے لگی: "بہو ڈرو مت سارا بوجھ میں تم پر نہیں ڈالوں گی، میں بھی تمہاری مدد کروں گی۔" ساس کے لفظ سن کر اسے کچھ تسلی ہوئی، لیکن پھر بھی اسے رات بھر نیند نہیں آئی۔ اس کے دماغ میں پراٹھے، سالن، لسی بنانا ہی گھوم رہا تھا۔ کروٹیں بدل بدل کر وہ آخرکار تین بجے کچن میں چلی گئی۔ جلدی جلدی کرنے کے بعد بھی وہ دسترخوان سمیٹ کر فارغ ہوئی تو اذانِ فجر اس کے کانوں میں رس گھول رہی تھی۔ تہجد کی نماز نہ پڑھنے کا اسے بہت دکھ ہو رہا تھا۔ مخلوق کو راضی کرنے میں خالق کے حقوق ادا کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ اس ڈر کے مارے کہ اب کوئی فرض نماز نہ چھوٹ جائے افطاری کی تیاری کرنے وہ بارہ بجے ہی کچن میں چلی گئی۔ قرآن تو وہ دن بھر پڑھ نہیں پائی تھی، اس لیے موبائل پر ہی تلاوت لگا دی کہ کچھ تو روح کو سکون ملے۔ اس کو کچن میں دیکھ کر اس کی ساس بھی اس کی مدد کرنے کچن میں آ گئی، جیسے ہی موبائل میں تلاوت رکی، اس کی ساس نے آگے سے تلاوت کرنی شروع کر دی۔ عائشہ کو لگا کہ ان کی آواز قاری کی آواز سے بھی زیادہ پُراثر ہے۔ ان کی تلاوت سن کر عائشہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بے ساختہ اس کی زبان سے سبحان اللہ کے کلمات جاری ہو گئے۔ "ممی جی! آپ حافظہ ہیں۔" "جی بیٹا اور جانتی ہو، میں نے ایک سال میں حفظ مکمل کر لیا تھا، لیکن اب تو کافی عرصہ بیت گیا، قرآن کو دہرائے ہوئے جانے یاد بھی ہو گا کہ نہیں۔" انھوں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "لیکن آپ نے دہرایا کیوں نہیں ممی جی؟" عائشہ نے حیرت سے پوچھا۔ "اللہ میری ساس کو جنت نصیب کرے شادی کے بعد انھوں نے گھر کی ساری ذمے داریاں میرے سر ڈال دی تھیں، پھر دن رات مہمانوں کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔ کام سے سر اٹھانے کی فرصت ہی نہیں ملتی تھی، ایسے میں پنج وقتہ نماز ادا کرنا مشکل ہو جاتا تھا، قرآن کیسے دہراتی؟" "آپ نے ابو جی (سسر) سے بات نہیں کی؟"

"میں گھر کا ماحول تلخ کرنا نہیں چاہتی تھی اس لیے سر تسلیم خم کر دیا۔"

یہ کہتے ہوئے ان کی آواز بھیگ گئی، ان کی آواز میں برسوں کا پچھتاوا بول رہا تھا۔

"ممی جی! اب آپ کسی مدرسہ سے منسلک ہو جائیں یا کسی حافظہ کو گھر بلا لیں۔" عائشہ نے ساس کو مشورہ دیا۔ "تمہارے ابو کو نہ تو عورت کا گھر سے باہر نکلنا پسند ہے اور نہ کسی غیر عورت کا گھر میں آنا۔" اتنا کہہ کر وہ کچن سے باہر چلی گئیں کیوں

بقیہ صفحہ 29 پر

وہ ایک لمحہ!!!

انعم توصیف

"بس اب دو دن ہی رہ گئے ہیں۔ پھر تو آرام سے سوئیں گے۔ نہ ہی فجر کی فکر اور نہ ہی تراویح کی۔" صفیہ نے فون پر اپنی دوست سارہ سے بات کرتے ہوئے کہا۔ جیسے سن کر اپنے کمرے میں جاتی حنا وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ رمضان سے چند دن پہلے ہی حنا صفیہ کی بھابھی بن کر اس گھر میں آئی تھی۔ حنا کے سسرال میں نماز روزوں کی پابندی تو تھی، مگر اسے محسوس ہوتا تھا جیسے اس کی نند نماز روزہ زبردستی کرتی ہو۔ سسرال میں بس شوہر، نند، ساس اور سسر ہی تو تھے۔ صفیہ پر اپنی دوستوں کا ایسا اثر تھا کہ وہ ان ہی کی طرح دین سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ حال ہی میں اس کا یونی ورسٹی میں داخلہ ہوا تھا۔ اس کے بعد سے ہی اس کے اندر کافی تبدیلیاں ہوئی تھیں۔

"ہاں یار! بس کیا کروں کرنا پڑتا ہے۔ امی کو تو تم جانتی ہی ہو۔" صفیہ نے سارہ کی بات سن کر بےزاری سے کہا۔

صفیہ کی باتیں سن کر حنا کی آنکھوں کے سامنے ماضی کا منظر گھومنے لگا۔

"کل کون نماز پڑھے گا۔ کل تو عید ہے بھئی، کل تو بس مزے کریں گے مزے۔ بابا بھی آجائیں گے رات تک۔۔۔" حنا نے دادی کے سامنے بیٹھتے ہوئے منہ بنا کر کہا۔ اس کے والد عید کی چھٹیوں پر آج رات کی فلائٹ سے سعودیہ سے کراچی آرہے تھے۔

"عید ہے تو کیا نماز کی چھٹی ہو جایے گی؟" حنا کی امی نے ناراضی سے سوال کیا۔

"اب پورا رمضان اتنی عبادت کرواتے ہیں آپ لوگ۔ ایک دن تو چھٹی کا ملنا چاہیے۔" حنا نے اپنی بات پر قائم رہتے ہوئے ڈھٹائی سے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"توبہ کرو بی بی! اللہ سے ڈرو۔ کیوں اول فول بک کر اپنی عبادتیں ضائع کروا رہی ہو؟" تخت پہ بیٹھی تسبیح کے دانوں پہ ذکر اللہ کرتی دادی نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"بہت زبان چلنے لگی ہے۔ یونی ورسٹی جا کر دماغ ہی خراب ہو گئے ہیں۔ اپنی دوستوں کو اپنے رنگ میں رنگنے کی بجائے خود ان کے رنگ میں رنگتی جا رہی ہو۔" حنا کی امی ابھی مزید کچھ کہتیں، لیکن اس سے پہلے ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی اور وہ فون کی جانب بڑھ گئیں۔ فون کرنے والے شخص کی بات سن کر وہ چیخ مار کر وہیں بے ہوش ہو گئی تھیں۔

***

"بھابھی! کیا ہوا؟ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟" صفیہ فون رکھ کر پلٹی تو سامنے کھڑی حنا کو دیکھ کر گھبرا گئی۔ حنا کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس کی رنگت سفید پڑ رہی تھی۔

"صفیہ! اللہ کی عبادت۔۔۔" غائب دماغی سے صفیہ کو دیکھتے ہوئے وہ کچھ کہنے کی کوشش کر رہی تھی، لیکن اس کی زبان اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

"ادھر آئیں۔ ادھر بیٹھیں۔ پہلے پانی پئیں۔" صفیہ حنا کا ہاتھ پکڑ کر قریب ہی رکھے صوفے کی جانب بڑھ گئی۔

"میں ٹھیک ہوں۔ تم میری بات سنو گی؟" حنا نے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔ صفیہ کو اپنی بھابھی سے بہت محبت تھی۔ حنا تھی ہی ایسی اپنے کام سے کام رکھنے والی اور سب کا خیال رکھنے والی۔

"جی بھابھی! میں آپ کی بات کیوں نہیں سنوں گی۔ بتائیے کیا بات ہے۔" صفیہ نے اس کا ہاتھ اپنے دونوں میں تھام کر پیار سے کہا۔

"صفیہ! یہ جو اللہ کی عبادت ہوتی ہے نا۔ یہ ہم کر کے کسی پر احسان نہیں کرتے۔ یہ تو ہم خود پر احسان کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تو بے نیاز ہے۔ وہ تو ہمیں بارہا نوازتا ہے۔ اگر وہ صرف رمضان میں ہی ہمیں دیتا ہے، تب تو ہم صرف رمضان میں ہی اس کی عبادت کرتے ہوئے اچھے بھی لگیں۔" حنا نے بولنا شروع کیا تو صفیہ نے بےزاری سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کو لگا کہ بس اب امی کی طرح بھابھی بھی لیکچر دینا شروع کر دیں گی۔ لیکن حنا کی کیفیت دیکھ کر وہ کچھ کہنے کی بجائے خاموشی سے اس کی بات سننے لگی۔

"تمہیں پتا ہے چاند رات تھی۔ میں امی سے کہہ رہی تھی کہ کل تو نماز کی چھٹی ہونی چاہیے۔ میرے بابا آرہے تھے سعودیہ سے ہمارے ساتھ عید گزارنے۔"

"آپ کے بابا تو۔۔۔!" صفیہ نے اتنا ہی کہا تھا کہ حنا کی آنکھیں ایک بار پھر برسنے لگیں۔ "ہاں! اس ہی رات سعودیہ سے آتے ہوئے بابا کا جہاز حادثے کا شکار ہوا تھا۔ بابا موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے تھے۔"

"اوہ!" صفیہ نے حنا کے ہاتھوں کو مضبوطی سے تھام لیا۔

"اس دن میں نے زندگی کی حقیقت جانی تھی۔ پل میں سب کچھ بدل گیا تھا۔ وہ عید

ایسی عید تھی جس میں، میں نے ساری نمازیں پڑھی تھیں۔ کبھی کبھار ہم اللہ سے دور ہونے لگتے ہیں۔ کبھی اپنے ساتھیوں کے ماحول کو دیکھ کر، کبھی دنیا کی رنگینیوں میں کھو کر۔ پھر ایسا کچھ ہو جاتا ہے صفیہ! ہمیں اتنی تکلیف ملتی ہے کہ ہم گھسیٹتے ہوئے اس ہی کے در پہ آ جاتے ہیں۔"

روتے ہوئے اب حنا کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔

"بھابھی! آپ روئیں مت پلیز۔" صفیہ کو سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ حنا کو کیسے تسلی دے۔

"تم یہ مت سمجھنا میں تمہیں لیکچر دے رہی ہوں۔" اپنے دل کی بات حنا کے منہ سے سن کر صفیہ کو خاصی شرمندگی ہوئی تھی۔

"نہیں میں ایسا نہیں سوچ رہی۔" صفیہ نے آہستہ آواز میں اپنی ہی بات کی نفی کی۔

"ہم بہت خوش قسمت ہوتے ہیں جو اللہ سے جوڑنے والے لوگ ہمارے گھر میں ہی موجود ہوتے ہیں۔ ہم ان کی قدر نہیں کر پاتے۔ ہم باہر والے لوگوں کے اثر کو، ان کی باتوں کو جلد قبول کرتے ہیں یا یہ کہہ لو کہ گناہ اور برائی ہمیں اس قدر خوب صورت لگتی ہیں کہ ہم ان کی طرف نہ چاہتے ہوئے بھی متوجہ ہو جاتے ہیں۔"

"ہمم! آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں بھابھی۔" ہر انسان کے ہدایت پانے کا ایک وقت ہوتا ہے۔ جب وہ لمحہ آتا ہے تو کسی کی کہی ہوئی معمولی بات بھی دل پہ اثر کر جاتی ہے۔

"تم مجھے بہنوں کی طرح عزیز ہو۔ موت اور زندگی کا تو وقت مقرر ہے، لیکن میں نہیں چاہتی کہ تمہیں بھی اللہ کے پاس آنے کے لیے ٹوٹنا پڑے۔ میں چاہتی ہوں تم بنا نقصان اٹھائے ہی اس رب کی قربت کا مزا لو۔ تم دیکھنا جب تم اس کو رب مان کے اس کے آگے جھکو گی نا، پھر دنیا کی رنگینیاں تمہیں اپنی طرف مائل کرنا بھی چاہیں تو تمہیں سکون بس اس رب کے ساتھ میں ہی ملے گا۔ اس کی رضا میں ہی ملے گا۔" حنا نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔ اس ہی وقت عشاء کی اذان کی آواز ان دونوں کے کانوں سے ٹکرائی۔

"بھابھی! آئیں نماز پڑھتے ہیں۔" صفیہ نے جلدی سے اٹھتے ہوئے کہا تو حنا اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دی۔

***

"تم پر بھی ہو گا اثر ان شاء اللہ! اللہ پاک میرے لفظوں میں تاثیر ڈال دے۔" دل ہی دل میں ارادہ کرتی وہ خود ہی کے لیے دعا کرنے لگی۔

"آمین۔" دروازے پہ کھڑی حنا کی آواز سن کر اس نے چونک کر پیچھے دیکھا تو وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر بے ساختہ ہنس پڑیں۔

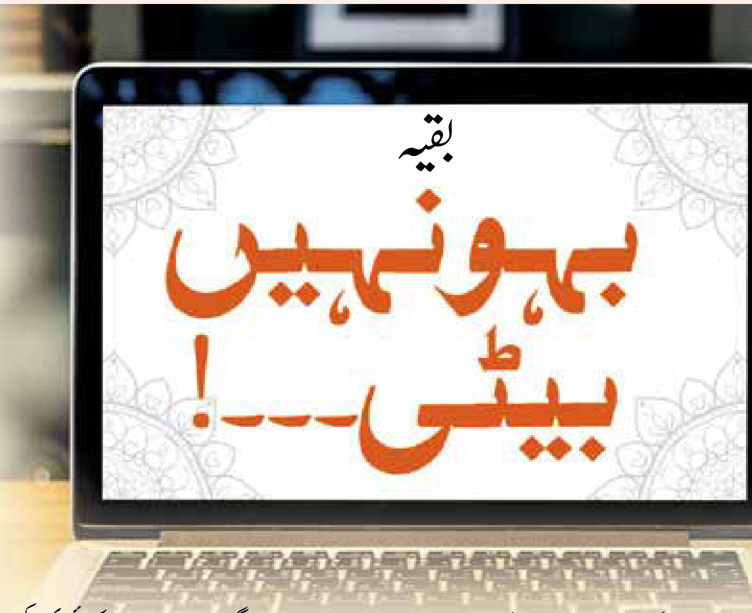

کہ عورت اور مرد ایک دوسرے کا لباس ہوتے ہیں، اگر دونوں میں سے کوئی بھی کسی کی بات کرتا ہے تو برہنہ تو خود ہی ہوتا ہے۔ عائشہ کو نہ اپنے مسئلے کا حل سجھائی دے رہا تھا۔ نہ وہ اپنی ساس کی کچھ مدد کر پا رہی تھی، جب کسی کام کے سلسلے میں آپ اپنے آپ کو بے بس پائیں تو اسے اللہ کے سپرد کر دینا چاہیے کہ وہ تو قادر ہے، سب سے زیادہ قوی ہے۔ عائشہ نے بھی یہی کیا، دو رکعت صلاۃ حاجات پڑھی اور سر سجدے میں رکھ کر کہا: "اے خالق! میں حقوق العباد ادا کرنے جاتی ہوں تو حقوق اللہ سے غافل ہوتی ہوں اور اگر تجھ کو راضی کرتی ہوں تو تیرے بندوں کے ناراض ہونے کا خدشہ ہے۔ اے معبود! میں خود کو بے بس پاتی ہوں، لیکن تیرے پاس ہر مسئلے کا حل ہے۔" افطاری کے وقت سب نے خوش گوار ماحول میں افطاری کی، لیکن کھانا کھاتے ہی حسان کی طبیعت خراب ہو گئی۔ اسے الٹیاں شروع ہو گئیں، یہاں تک کہ پانی کا ایک قطرہ بھی پیٹ میں نہیں رہ رہا تھا۔ سب گھر والے بہت پریشان ہو گئے۔ ڈاکٹر کو فوری طور پر گھر پر بلایا گیا۔ اس نے سختی سے تیل گھی اور مسالے والی چیزوں سے مکمل ایک ماہ تک پرہیز کرنے کا کہا۔

"کل سے گھر میں سحری اور افطاری میں کوئی اہتمام مت کرنا، بس سادہ سا کھانا پکانا حسان تلی ہوئی اور مرچ مسالے والی چیز نہیں کھائے گا تو گھر میں کوئی بھی نہیں کھائے گا، ورنہ حسان کو پرہیزی کرنے میں دشواری ہو گی۔" اس کے سسر نے حکم دیا اور نماز عشاء ادا کرنے چلے گئے۔ حسان کی طبیعت بہانہ بنی اور عائشہ کا مسئلہ ایک لمحہ میں حل ہو گیا۔ بے شک وہ سچے دل سے مانگنے والی دعا کو ضرور قبول کرتا ہے۔

حسان ایک دو روز میں مکمل ٹھیک ہو گیا، لیکن پرہیز جاری رکھا۔ عائشہ کو اب بہت سارا وقت میسر تھا رب کائنات کی عبادت کرنے کے لیے، کیوں کہ سحری و افطاری میں بالکل سادہ کھانا پکتا تھا، جسے بنانے میں زیادہ دیر نہیں لگتی تھی۔ عائشہ کا تو خدا نے مسئلہ حل کر دیا تھا، لیکن اس کی ساس کی آنکھوں کی نمی اس سے بھولی نہیں جاتی تھی، ان کے افسردہ چہرے کا عکس عائشہ کی آنکھوں میں ٹھہر سا گیا تھا۔ اچانک سے اس کے ذہن میں خیال آیا اور وہ بھاگتی ہوئی اپنی ساس کے کمرے میں گئی۔ "ممی جی! آپ کے مسئلے کا حل میں نے تلاش کر لیا۔" "کون سے مسئلے کا حل؟" "اس مسئلے کا حل جو آپ کو رنجیدہ کر دیتا ہے، جو آپ کی آنکھوں کو نم کر دیتا ہے۔" "میں تمہاری بات سمجھی نہیں عائشہ!" ممی جی نے پریشان کن لہجے میں کہا۔ "ممی جی! آپ نے کافی عرصے سے قرآن کو نہیں دہرایا نا، اب آپ اپنا قرآن دہرا سکتی ہیں۔" یہ سنتے ہی ممی جی کا چہرہ روشن ہو گیا "وہ کیسے؟" "آن لائن کلاس جوائن کر کے۔" "ممی جی! جس طرح کلاس میں ہماری ٹیچر ہوتی ہیں، اسی طرح ان لائن کلاس میں بھی معلّمہ ہوتی ہیں جو آپ کا پورا قرآن موبائل پر یا کمپیوٹر پر سن لیں گی آپ کو باہر جانا بھی نہیں پڑے گا اور نہ ہی کوئی غیر عورت ہمارے گھر آئے گی۔" ممی جی کے چہرے پر ابھی بھی پریشانی کے اثرات تھے جو پسینے کے ننھے ننھے قطروں کی شکل میں واضح ہو رہے تھے۔ "ممی جی! آپ کیوں گھبرا رہی ہیں، بس آپ رضامندی ظاہر کریں باقی سارا کام میرا۔" "میری رضامندی کیا بیٹا، میری تو دیرینہ خواہش ہے۔" چاند رات کو دونوں ساس بہو کے چہرے عید کے چاند کی طرح چمک رہے تھے، کیوں کہ عائشہ نے شب قدر کو پالیا تھا اور ممی جی نے عائشہ کے موبائل پر آن لائن قرآن دہرا لیا تھا۔ "کون کہتا ہے بہو بیٹی نہیں بنتی!!! تم نے بیٹی سے بڑھ کر مجھے مان دیا اور سب سے بڑھ کر میرے درد کو سمجھا، جو کبھی میرے اپنے بھی نہ سمجھ سکے۔ اس لیے آج سے تم میری بہو نہیں بیٹی ہو، عید مبارک پیاری بیٹی۔"

برکت

عمارہ فہیم

"امی امی میں بھی بازار جاؤں۔" گیارہ سالہ عائشہ نے ماں کو تقریبا جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔ "میری گڑیا رانی بازار کس کے ساتھ جائے گی۔۔۔؟ میں اور بابا تو نہیں جارہے۔" ماں نے اپنی معصوم سی بیٹی کو پاس بٹھاتے پیار سے تھوڑی پکڑ کے پوچھا۔

"وہ نا ! دانہ (دانیال) کے مما بابااور میمی (امیمہ) کی مما ' فاریہ اور آمنہ بھی جارہی ہیں۔" عائشہ نے سب کے نام انگلیوں پر گن کے بتائے۔ "لیکن بیٹے آپ کیا کرو گی جاکر وہ تو شاپنگ کرنے جارہے ہیں اور آپ کی تو سب چیزیں بابا لے آئے ہیں۔"

"میں گھوموں گی اور کسی کو تنگ بھی نہیں کروں گی اور ضد بھی نہیں کروں گی پلیز جانے دیں نا !" عائشہ نے رونی صورت بنا کر کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے سب کے ساتھ رہنا آگے پیچھے نہیں جانا اور تنگ نہیں کرنا کسی کو اور میں آپ کی تائی امی کو آپ کے پیسے دے دیتی ہوں اگر کچھ لینے کا دل کرے تو اپنے پیسوں سے لے لینا۔"

"تھینک یو امی۔۔۔آپ بہت اچھی ہیں۔" عائشہ نے ماں کے گلے میں بازو ڈال کر پیار کرتے کہا۔

***

"ارے عائشہ آپ بھی چل رہی ہو کیا؟" دانیال کے بابا نے عائشہ کو فاریہ کے ساتھ باہر آتے دیکھ پوچھا۔ "ہاں ماموں عاشی ہمارے ساتھ جائے گی.بڑا مزہ آئے گا۔" فاریہ نے عائشہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔" دانیال کے بابا نے سب کو دیکھتے اثبات میں سر ہلاتے کہا اور آگے بڑھ گئے۔

***

"آپ بھی دیکھ لو عائشہ کچھ لینا ہے تو !" امیمہ کی مما نے فاریہ کے ساتھ چلتی عائشہ کو مخاطب کرتے کہا۔ "نہیں.بڑی امی میرے بابا میرے لیے سب لے آئے تھے مجھے کچھ نہیں چاہیے۔" عائشہ نے پیار 'معصومیت اور فرماں.برداری ملے لہجہ میں سہولت سے انکار کیا۔

"آپ کی مما نے آپ کے پیسے دیئے ہیں آپ کو کچھ چاہئے تو لے لو۔" تائی امی نے جتاتے ہوئے کہا۔

"جی بڑی امی ۔۔اگر مجھے کچھ چاہیے ہوا تو بتادوں گی" سب کو دانہ کے بابا سینڈل 'جوتے دلا کر دکان سے باہر آئے تو عائشہ کو ایک.بریسلٹ اچھی لگی اور اپنا والٹ تائی امی سے لے کر خرید لی اور والٹ واپس تائی امی کے پاس رکھوا دیا۔

"آ۔۔۔آ۔۔۔" امیمہ پیٹ پکڑتے ہوئے ایک شاپ کے پاس ہی بیٹھ گئ اور رونے لگی۔

"کیا ہوا؟" تائی امی اور دانیال کی مما نے فکر سے جھلکتے لہجے میں استفسار کیا۔

"میرے پیٹ میں بہت درد ہو رہا ہے مجھے گھر جانا ہے۔" امیمہ نے آنسو اور ناک صاف کرتے ہوئے کہا۔

"ابھی تو آئے ہیں کچھ کھانے کے لیے لے لو یا کولڈ ڈرنک پی لو ٹھیک ہو جائے گا بھوک سے ہو گا پریشان نہیں ہوں سب۔" دانیال کے بابا نے سب کو پریشان دیکھ کر تسلی آمیز انداز سے کہا۔

"نہیں ماموں یہ ایسے ٹھیک نہیں ہو گا میں گھر جاکر گولی کھاؤں گی تو ہی ٹھیک ہو گا۔"

"اچھا چلو پھر باقی چیزیں بعد میں لے لیں گے۔"

"اس پاگل کے درد ہے تو اسے گھر چھوڑ دیں ہم ابھی تو آئے ہیں کچھ خریدا بھی نہیں ہے۔" دانیال نے منہ بسورتے امیمہ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"امی بہت درد ہو رہا ہے میں مر جاؤں گی۔۔ہائے۔ہائی۔۔۔۔۔اللہ !" جواب دینا تو امیمہ بھی جانتی تھی پر اس کے دماغ میں کیا ہے دانیال کو کیسے خبر ہوتی۔

"آپ لوگ رک جائیں میں امیمہ کو لے جاتی ہوں۔۔۔بے کار سب کا پروگرام خراب ہو گا۔" تائی امی نے کہا۔ "نہیں تائی ! مجھے لگتا ہے کہ امیمہ کی طبیعت خراب ہے تو ہمیں گھر چلنا چاہیے۔" عائشہ نے اداس لہجے میں کہا۔

گھر آکر عائشہ چپ سی ایک طرف.بیٹھ گئ۔ "بیٹے آپ لوگ اتنی جلدی آگئے۔"

"امیمہ کے پیٹ میں درد ہو رہا تھا اس لیے آگئے۔"

"اچھا چلو کوئی بات نہیں کھانا کھالو اور سو جاؤ صبح سحری کے لیے بھی تو اٹھنا ہے نا"

"جی امی !" عائشہ نے خاموشی سے اٹھ کر ہاتھ منہ دھویا 'کھانا کھا کر سونے لگی تو سامنے جال سے کسی کو جاتے دیکھا فورا اٹھی اور تائی امی کے ہاں گئی تو آمنہ سے اس نے پوچھا: "سب کہاں گئے ؟"

"سب تو پھر سے مارکیٹ چلے گئے"

"کیا ! ! پر میمی کے تو پیٹ میں درد تھا نا !" عائشہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

کوئی درد نہیں تھا ناٹک باز ہے وہ "ہمیشہ کی طرح آج بھی آمنہ نے میمی کا راز کھول دیا تھا۔

"اس نے ناٹک کیوں کیا تھا" عائشہ نے اپنی ازلی معصومیت میں سوال کیا۔

" پاگل اس نے نا اس لیے کیا تاکہ تم ساتھ نہیں جاؤ اور تمھاری شاپنگ اس سے اچھی نا ہو۔" عائشہ رونی صورت میں واپس اپنے کمرے میں آگئی۔

"کیا ہوا بیٹے رو کیوں رہی ہو؟" ماں نے عائشہ کو روتے دیکھ کر پریشان لہجے میں پوچھا۔

"امی آپ کو پتا ہے میمی نے جھوٹ بولا تھا کہ اس کے پیٹ میں درد ہے اس نے اس

لیے ایسے کیا تاکہ میں کچھ بھی نالوں اور ساتھ نہیں جاؤں۔" اتنا بتا کر عائشہ زور زور سے رونے لگی۔

"تو بیٹے اس میں رونے کی کیا بات ہے وہ چاہ رہی ہو گی عید پر اس کی چیزیں اسپیشل ہوں جیسے آپ کی اسپیشل ہیں کسی نے نہیں دیکھیں ویسے ہی میمی بھی چاہ رہی ہو گی۔" ماں نے میٹھے لہجے میں مشکل بات کو عائشہ پر آسان کیا۔

"اوہ تو یہ بات تھی پر امی تائی امی اور دانہ کے ماما بابا نے کیوں ایسا کیا وہ مجھے چھوڑ کر دوبارہ گئے مجھے بھی ساتھ لے جاتے" ایک الجھن اگر عائشہ کے ذہن سے محو ہوئی تھی تو دوسری ابھی باقی تھی۔

انھیں لگا ہو گا اب آپ سو گئی ہو گی اس لیے دوبارہ نہیں پوچھا ہو گا کوئی بات نہیں میرے بچے آج نہیں تو پھر کبھی چلی جانا۔"

لیکن امی اسے تو ناانصافی کہتے ہیں نا وہ تو بڑے ہیں اگر بڑے بھی ایسا کریں گے تو ہم بچے کیا سیکھیں گے۔" عائشہ نے چھوٹی عمر میں بہت بڑی بات سوچ کر کہی تھی۔

***

شاپنگ پر جانے کے لیے جب گاڑی دیکھی تو اس کا ٹائر پنکچر تھا اس لیے سب واپس اوپر آگئے اور سیڑھیاں چڑھتے عائشہ کے روم کے پاس سے گزرتے عائشہ کی آواز دانہ کے ماما بابا اور تائی امی اور سب بچوں نے بھی سنی تو سب کو افسوس ہوا اور ان چند جملوں نے سب کو یہ باور کروایا کہ مل جل کر رہنے میں کتنی برکت ہے اور جو ہم بچوں کو دکھائیں یا بتائیں گے وہی بچے سیکھیں گے اس لیے سب فوراً عائشہ کے پاس آئے۔

اندر آجائیں ہم! دروازہ بجا کر اجازت لی گئی۔

"سوری عائشہ بیٹے ہم نے آپ کا دل دکھا دیا آپ نے ٹھیک کہا ہم بڑے اگر فرق کریں گے تو بچے کیا سیکھیں گے اس لیے آپ ہمیں معاف کر دیں بیٹا جی۔"

کوئی بات نہیں تایا ابو میں نے تو بس ایسے ہی ٹیچر کی بات مما سے کہہ دی ہماری ٹیچر کہتی ہیں ہمیں مل جل کر رہنا چاہیے کبھی کسی سے جھگڑا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ مل جل کر رہنے میں اتفاق میں برکت ہوتی ہے" عائشہ اپنی ٹیچر کا بتایا پورا سبق ٹیچر کے انداز میں بڑی معصومیت سے سب کو سنایا۔

ٹھیک ہے پھر کل عائشہ بیٹی ہمارے ساتھ شاپنگ پر جا رہی ہے۔"

"لیکن آپ سب آج گئے تھے نا۔"

نہیں واپس آگئے اگر واپس نا آتے تو اتنی اچھی باتیں کیسے سیکھتے اپنی ننھی گڑیا سے "دانیال کے بابا نے سب بچوں سے چھوٹی عائشہ کی باتوں سے متاثر ہو کر اسے پیار کرتے ہوئے کہا۔"اور سب بچے اپنی مرضی کی چیزیں لیں گے۔" فاریہ نے سب کو دیکھتے ہوئے جوش میں کہا۔

"جی بجو! ہم سب مل پھر شاپنگ جائیں گے اور مل جل کر رہیں گے۔"

سب بچوں نے خوشی سے نعرہ لگایا اور عید سے پہلے عائشہ کے گھر میں عید ہو گئی تھی کیونکہ سب نے جان لیا تھا برکت کب اور کیسے ملے گی۔

اس بار میٹھی عید کچھ منفرد انداز سے

اہلیہ محمد فیصل

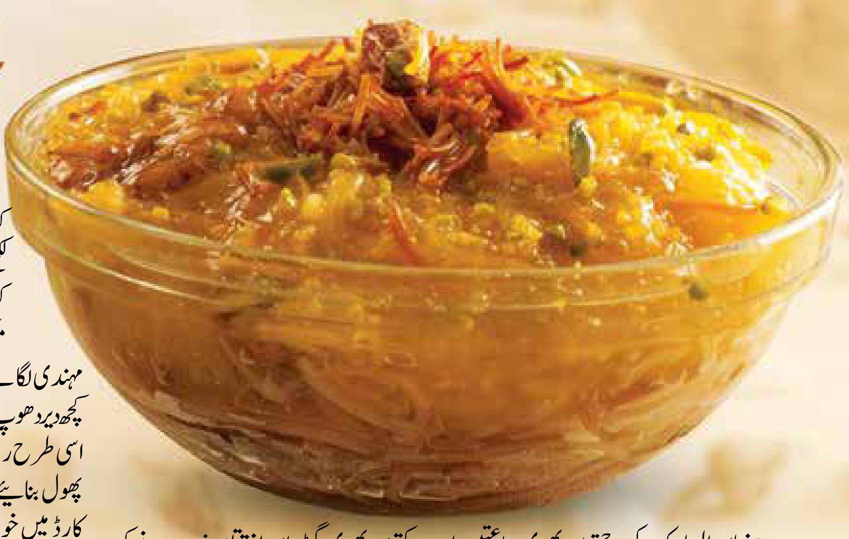

رمضان المبارک کی رحمتوں بھری ساعتیں اور برکتوں بھری گھڑیاں اختتام پذیر ہونے کو ہیں، ان مبارک لمحوں کے بعد میٹھی عید کی خوش گوار روایات کا اہتمام کرنا بھی ایک الگ ہی مزہ اور لطف دیتا ہے. عید کی رات ہر طرف گہما گہمی کا سماں ہوتا ہے، کسی کو مہندی چوڑی کی فکر کھائے جا رہی ہوتی ہے، تو کسی کے کپڑے درزی کے پاس سے نہیں آئے ہوتے، باورچی خانے سے اشتہا انگیز خوشبوئیں اٹھ رہی ہوتی ہیں، خواتین مہمانوں کی آمد کا پیشگی انتظام کر کے رکھنے کی فکر میں ہوتی ہیں، ساتھ ہی اس رات میں رب کریم کے التفات و انوارات بھی حضرت انسان پر حد سے سوا ہوتے ہیں۔ اس لیے ان سب مصروفیات کے باوجود کچھ وقت خالق کون و مکان کے حضور بھی کھڑے ہونا ہوتا ہے، تاکہ محرومی نہ رہے۔

میٹھی عید سے منسلک، سویاں، شیر خرما اور عیدی ہماری خوب صورت روایات ہیں، مگر ہم ان روایات کو جدت کے رنگ میں رنگ لیں اور ایک نئے طرز سے اس کو اس بار پیش کریں تو یقیناً آپ، آپ کے گھر والے اور آپ کے ہاں آنے والے مہمان نہ صرف اس جدت سے محظوظ ہوں گے . بلکہ اس کو کافی دنوں تک یاد بھی رکھیں گے۔

اس بار جن پیالیوں اور رکابیوں میں آپ اپنے مہمانوں اور پڑوسیوں کو شیر خرما اور سویاں پیش کریں ان پر فیبرک پینٹنگ کلر سے خوب صورت خطاطی کے ساتھ "عید مبارک" لکھیے، پیالی کے بیرونی حصے پر، جب کہ رکابی کے کناروں پر آپ اس ذوق کا اظہار کر کے اپنے عزیزوں کو خوش کر سکتی ہیں، اس کے لیے چند شوخ رنگ کے ٹیوب منگوا کر عید سے دو دن پہلے ان برتنوں پر یہ نقش و نگار بنا لیجیے، اگر آپ کو ڈرائنگ یا مہندی لگانے کی شد بد ہے تو آپ یہ کام احسن طریقے سے انجام دے سکتی ہیں، پھر ان برتنوں کو کچھ دیر دھوپ میں رکھ چھوڑیے تاکہ رنگ پکا ہو جائے۔

اسی طرح رنگین کارڈ شیٹ کے چھوٹے چھوٹے کارڈ بنائیے پھر ان پر لیس، یا ربن سے آرائشی پھول بنائیے اور ان پر آپ کارٹون یا پھولوں والے اسٹیکر بھی چسپاں کر سکتی ہیں، اس تہنیتی کارڈ میں خوب صورت نقش و نگار کے ساتھ خوشی کے القابات لکھ کر رکھ لیجیے، چوں کہ بچے اور عیدی لازم و ملزوم ہیں، بچوں کو ان کے ذوق، عمر اور جنس کے اعتبار سے عیدی کے ساتھ یہ کارڈ بھی دیجیے، چھوٹے بچوں کو چاند، ستارے والے، لڑکوں کو پھولوں والے اور لڑکیوں کو لیس اور ربن ورک والے کارڈ دیجیے، عیدی تو سبھی دیتے ہیں مگر اس طرح انوکھی عیدی لے کر بچوں کی خوشی دوبالا ہو جائے گی۔

رنگین پھولدار چھوٹی تھیلیاں منگوائیں اس میں چھوٹی چھوٹی رنگ برنگی ٹافیاں اور غبارے بھر کر ربن سے پھول بنا کر بند کریں، ایک کرسٹل باؤل میں یہ رنگین تھیلیاں رکھ کر اپنے ڈرائنگ روم کے سینٹر ٹیبل پر رکھ دیں، مہمانوں کے ساتھ آنے والے ننھے منوں کو اس سے نوازیں، وہ اس رنگین اور پیارے تحفے کو پا کر یقیناً ایک انوکھی خوشی محسوس کریں گے، ویسے بھی چھوٹے بچے رنگوں اور غباروں سے بہت جلد متاثر ہوتے ہیں۔

آپ کی اس تھوڑی سی سعی سے ان گل گوتھنوں کی خوشی دیدنی ہو گی۔ اس طرح آپ اس بار کی میٹھی عید کو ایک خوب صورت یادگار بنا سکتی ہیں۔ تو پھر دیر کس بات کی ہے؟ میٹھی عید بہت قریب ہے جلدی سی لوازمات لائیے اور اس کی تیاری کیجیے، اس طرح آپ اپنوں کو خوشی کا منفرد انداز بخش کر اس میٹھی عید کو یادگار بنا لیں گی۔

Brady's
The nourishing taste of Scott Baking
Plain Cake
OUR PROMISE
Brady's
DELICIOUS FOOD EXPERIENCE EVERY TIME
Brady's
Plain Cake
Delicious & Delightful
Delicious & Delightful

بیلا کی عید

آئمہ بخاری

اسٹیلا اور بیلا دو خوب صورت اور سفید بلیاں تھیں۔ وہ جنگل کے ایک کونے میں جدید طرز کے بنے ایک گھر میں رہتی تھیں۔ کئی سال پہلے ان کی امی "مانو" انسانوں کی دنیا میں رہتی تھی، اس لیے اسے ان کا رہن سہن بہت پسند تھا۔ مانو ایک دن وہاں سے بھاگ کر جنگل میں آ گئی، لیکن انسانوں کی تمام اچھی عادات اپنا لیں۔

"آہا!!! الحمد للہ صبح عید ہے۔" ٹی وی پر خبر دیکھتے ہی بیلا نے اپنے ننھے منھے بستر پر گرتے ہوئے کہا۔

"واہ بہت مبارک ہو پیاری بہن! عید کی خوشی تو خاص تمہارے لیے ہی ہے۔" اسٹیلا نے اس سے گلے ملتے ہوئے مبارک باد دی، کیوں کہ اس بار بیلا نے پورے روزے رکھے تھے۔ دسویں روزے کے دن اسے بخار بھی ہوا، لیکن اس کے باوجود اس نے مکمل روزے رکھے۔

"بے شک۔۔۔ بہت مبارک ہو میری بچی!" مانو نے اسے گلے لگانے کے بعد اس کا ماتھا چوما۔

***

ٹی وی پر ماہ رمضان کی خبر سن کر بیلا نے فیصلہ کیا تھا کہ اس بار وہ پورے روزے رکھے گی۔

"سارے نہیں رکھ پاؤ گی بیلا!" اسٹیلا نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"انسانوں کے ننھے منے بچے مکمل روزے رکھ سکتے ہیں تو میں کیوں نہیں؟" بیلا نے اسے جواب دیا تو اسٹیلا چپ ہو گئی۔

"اس پورے مہینے میں ڈرامے دیکھنا بند اور ہماری دوست ٹوم کا پروگرام دیکھنا بھی بالکل بند۔" بیلا نے جوش سے اپنا اگلا منصوبہ بتایا تو مانو کو یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔

"میں بھی ایسا ہی کروں گی بیلا! اور ہم دونوں مل کر روزے رکھیں گے۔" اسٹیلا نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ "ٹھیک ہے میری بچیو! صبح سحری کے لیے تیار رہنا۔ ان شاء اللہ ہم سب روزہ رکھیں گے۔" مانو نے اپنی دونوں بیٹیوں کے جذبے کو دیکھا تو روزہ رکھنے کی خوش خبری سنائی۔ "ان شاء اللہ۔" دونوں نے یک زبان ہو کر کہا اور سونے کے لیے لیٹ گئیں۔

***

سحری کے وقت سب نے روزہ رکھا اور ذکر میں مشغول ہو گئیں۔ مانو نے اپنے روزمرہ کے کام کیے اور سارا دن روزے کی برکتوں سے مالا مال ہوتی رہی۔ جوں جوں دن گزر رہے تھے، سب لوگ جوش و خروش سے روزہ رکھتے۔ اسٹیلا روزہ رکھنے کے بعد اپنی امی کے ساتھ کام کرتی جب کہ بیلا کبھی اسلامی پروگرام دیکھتی اور کبھی سو جاتی۔ اس طرح پورا مہینا روزے رکھتے ہوئے گزرا اور چاند رات کو عید کی خبر سن کر سب بہت خوش ہو گئے۔

***

ہر طرف روشنیاں بکھری ہوئی تھیں، دھرتی پر بے حد خوب صورت پھول کھلے تھے۔ انسانوں کے کچھ بچوں نے سروں پر تاج سجا رکھے تھے اور بادشاہوں کی طرح ٹہل رہے تھے۔ کچھ بچے ٹھنڈے میٹھے مشروبات کا لطف لے رہے تھے۔ بیلا اور اسٹیلا ان سب کو حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے دیکھ رہی تھیں۔

"خوش آمدید پیاری اسٹیلا!" اچانک ایک پُرکشش آواز ابھری جس میں اسٹیلا کا نام لیا گیا تھا۔

بیلا نے حیرت سے اسٹیلا کی طرف دیکھا تو وہ ایک تخت کی جانب جا رہی تھی۔ اتنے میں اس کے کپڑے خوب صورت ہو گئے اور سر پر ہیرے موتیوں کا بے حد خوب صورت تاج سج گیا۔ اسٹیلا تخت پر بیٹھ گئی اور وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ بیلا نے انتظار کیا کہ اب اس کا نام پکارا جائے گا، لیکن بہت دیر کے بعد بھی اس کا نام نہیں لیا گیا۔

"اسٹیلا میں نے بھی تمہارے ساتھ آنا ہے۔" یہ کہتے ہی بیلا آگے بڑھنے لگی تو اس کے قدم وہیں جم گئے۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ؟"

بیلا نے پریشانی سے کہا تو اس کے سامنے تیز روشنی پھیلی اور اس کے اندر بیلا کی تصویر نظر آنے لگی۔

"کیا کر رہی ہو بیلا؟ افطاری کے لیے مدد کر دو۔" اسٹیلا نے اس کے پاس آ کر کہا تھا۔

"میں بہت اچھا پروگرام دیکھ رہی ہوں اس لیے تم خود افطاری بنا لو۔"

بیلا نے جواب دیا۔ ایک طرف اسٹیلا افطاری کی تیاری کرتے ہوئے درود پاک پڑھتی نظر آ رہی تھی اور دوسری طرف بیلا ٹی وی پر پروگرام دیکھنے میں مصروف تھی۔

"یہ۔۔۔ تو ماہ رمضان کی بات ہے۔" بیلا نے حیرت سے کہا تو وہ منظر ختم ہو گیا اور دوسرا منظر شروع ہوا۔

"اپنے چارجر کی تار اسٹیلا کے چارجر سے بدل لیتی ہوں، اس طرح میرا موبائل جلدی چارج ہو گا۔" بیلا نے کہا اور چارجر کی تار چوری کر لی۔

"روزے میں چوری۔" بیلا نے افسوس سے اپنے سر پر ہاتھ مارا اور دکھ سے اس کے آنسو نکلنے لگے۔ اب منظر پھر سے تبدیل ہونے لگا تھا۔

"یہ سیب چھپا لیتی ہوں، رات کو بھوک لگے گی تب کھا لوں گی۔" پھلوں کی ٹوکری سے ایک سیب کھسکاتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ مانو اور اسٹیلا اس سے بے خبر اپنی افطاری کرنے میں مصروف تھیں۔

"اپنے روزے کو ضائع کرتی رہی۔" بیلا نے وہ منظر دیکھ کر سسکنا شروع کر دیا۔

"اٹھو کیا ہوا؟" اسٹیلا نے اُسے نیند سے جگایا۔

"تم نیند میں رو رہی تھی شاید برا خواب دیکھ لیا۔" اسٹیلا نے کہا تو بیلا بیڈ سے چھلانگ لگا کر باہر کی طرف بھاگ گئی۔ کچھ دیر بعد وہ مانو کے ساتھ اندر آئی۔ "امی! اسٹیلا! آپ دونوں مجھے معاف کر دیجیے۔" بیلا نے ہاتھ جوڑ کر ان دونوں سے معافی مانگی تو ان دونوں نے نا سمجھی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

بیلا نے ان دونوں کو اپنی ساری غلطیاں بتائیں اور پھر کبھی ایسا نہ کرنے کا وعدہ کیا۔

"آج واقعی عید ہے پیاری بیلا! اللہ پاک نے واقعی تمہیں انعام دیا ہے، کیوں کہ تم نے برے کاموں سے توبہ کر لی۔" اسٹیلا نے اس سے گلے ملتے ہوئے کہا تو جنگل کے جدید گھر میں عید کی خوشیاں شروع ہو گئیں۔

ہاتھی بچوں کا ساتھی

فوزیہ خلیل

آج عید کا دن تھا۔ سب بچے بے حد خوش تھے۔ آج سب بچے دادا جان کے ہم راہ چڑیا گھر گئے تھے۔ دادا جان نے بہت دن پہلے بچوں سے وعدہ کیا تھا کہ عید کے روز سب گھومنے کے لیے چڑیا گھر جائیں گے۔ بچے ہاتھی پر سواری کرنے کے لیے بہت بے چین تھے۔ چڑیا گھر پہنچ کر سب بچے ہاتھی کے پاس جمع ہوگئے۔ وہاں قطاریں لگی ہوئی تھیں۔ ٹکٹ مل رہے تھے۔ ٹکٹ لے کر بچے ہاتھی پر سواری کر رہے تھے۔

موٹا تازہ ہاتھی جب جھومتا جھومتا چلتا تو بچے قہقہے مار کر ہنسنے لگتے' البتہ کچھ بچے ایسے بھی تھے جو ہاتھی پر سواری کرنے سے گھبرا رہے تھے۔ دادا جان نے بچوں کو قطار میں کھڑا کر دیا۔ بچے باری باری سواری کرتے اور پھر دادا جان کے پاس آکر کھڑے ہو جاتے۔

"بہت مزہ آیا دادا جان۔" زکریا بولا۔ "دادا جان! چڑیا گھر والوں نے بہت اچھا کام کیا ہے۔ ہاتھی کو سواری کے کام میں لا رہے ہیں۔" یحییٰ نے کہا۔

"ارے بیٹا نہیں۔" دادا جان نے ہنس کر کہا۔ "ہاتھی کو سواری کے استعمال میں لانا چڑیا گھر والوں کا کارنامہ نہیں ہے۔ ہاتھی کو تو سینکڑوں سال پہلے بھی سواری کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ مغلیہ دور میں ہاتھیوں کی بڑی اہمیت تھی۔ ہندوستان کے حکم ران ہاتھیوں پر سفر کرنا اپنی شان سمجھتے تھے۔ پہلے پہل جنگوں میں بھی اگلے دستے کے طور پر ہاتھیوں سے کام لیا جاتا تھا۔"

"کام لیا جاتا!؟؟ کیا مطلب؟" ظہور نے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ ہاتھیوں پر سوار ہو کر دشمن کا مقابلہ کیا جاتا اور ہاتھی یہ مقابلہ خوب کرتے' ہاتھیوں کا جسم بھاری بھر کم ہوتا ہے' یہ اپنے جسم کے ذریعے سے دشمنوں کو پیروں تلے روند دیتے۔"

"اوہ! اور خود ہاتھی؟" بچوں نے فوراً پوچھا۔ "ہاتھی کی جِلد بہت موٹی ہوتی ہے' اس پر عام ہتھیار اثر نہیں کرتا' اس لیے ہاتھی کے زخمی ہونے کے امکانات کم ہوتے تھے۔"

"دادا جان! ہاتھی کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ الفیل میں بھی تو ہے ناں؟" نوفل بولا۔

"ہاں بیٹا! یہ 750ء کا ذکر ہے جب ابرہہ 60 ہزار فوج اور 13 ہاتھی (بعض روایات میں 9 ہاتھی) کا لشکر لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔ وہ اہل مکہ سے لڑنے نہیں آیا تھا بلکہ وہ اللہ کا گھر (کعبہ) ڈھانے کے ارادے سے آیا تھا۔" (نعوذ باللہ)

"اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی خود حفاظت فرمائی تھی۔ ابابیلوں کے لشکر کنکریاں پھینکتے تھے۔ اسی واقعے کو اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟" عبدالصمد نے جلدی سے کہا۔

"دادا جان کیا ہاتھی صرف عرب میں ہی ہوتے ہیں؟" نہال نے پوچھا۔

"ارے نہیں۔" دادا جان مسکرائے۔ "ہاتھی زیادہ تر افریقا میں پائے جاتے ہیں' کینیا کو ہاتھیوں کی سرزمین کہا جاتا ہے۔ برما کے لوگوں میں ہاتھی پالنے کا کافی رواج ہے۔ ہاتھیوں کو گھریلو کاموں کی خاص تربیت دی جاتی ہے۔"

"گھریلو کاموں کی؟؟" بچوں کے منہ حیرت سے کھل گئے۔

"مطلب یہ ہے کہ ہاتھی کو سدھانا آسان کام ہے۔ یہ ایک سمجھ دار جانور ہے۔ جلدی سیکھ لیتا ہے۔ برما میں تو ہاتھیوں سے بار برداری کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ جنگل میں رہنے والے موجودہ جانوروں میں ہاتھی کا شمار ایک بہت طاقت ور جانور کے طور پر کیا جاتا ہے۔ اس کی ناک کی بجائے سونڈ ہوتی ہے' اس سے ہاتھی بہت بھاری اور وزنی چیزیں اٹھا لیتا ہے۔ درختوں کے بڑے اور بھاری تنے بھی ہاتھی اپنی سونڈ سے اٹھاتا ہے۔"

"سونڈ کے بس یہی مقاصد ہیں؟"

"نہیں نہیں سونگھنا' سانس لینا' پانی پینا' چیزوں پر گرفت کرنا یہ سب سونڈ کے مقاصد ہیں۔ ہاتھی کی صرف سونڈ میں 40 ہزار مسل ہوتے ہیں۔ مسل یعنی عضلات۔" دادا جان بولے۔

"اس کی سونگھنے کی حس بہت تیز ہوتی ہے۔ یہ میلوں دور سے کوئی بو محسوس کر لیتا ہے اور اگر ہاتھی کو دشمن سے خطرہ محسوس ہو تو یہ اپنی سونڈ کے ذریعے اپنے ریوڑ کے باقی ساتھیوں کو بھی مطلع کرتا ہے۔" چڑیا گھر میں چلتے چلتے بچے اب تھک چکے تھے۔

چادر بچھائی گئی اور سب کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔

"دادا جان! ہاتھی کیا کھاتا ہے؟" ارحم نے پوچھا۔ "کیا یہ گوشت خور جانور ہے؟"

"نہیں بیٹا' یہ گوشت خور نہیں ہے۔ یہ درختوں کے پتے کھاتا ہے' گھاس پھونس کھاتا ہے' گنّے اس کو بہت پسند ہیں۔"

"دادا جان! ہاتھی کے دانت اتنے مشہور کیوں ہیں؟"

"ہاتھی کے دانت بہت قیمتی ہوتے ہیں۔ ان سے مختلف زیورات' چاقو اور چھریوں کے دستے بنائے جاتے ہیں۔ اس کی ہڈیوں سے بھی بہت سی قیمتی چیزیں بنتی ہیں۔ انسان لالچ میں آکر ہاتھیوں کو بے دردی سے شکار کرتا ہے۔ اسی لالچ اور حرص کے باعث اس کی نسلیں ختم ہو رہی ہیں۔"

"اوہ!" سب بچے افسردہ ہوگئے۔ "دادا جان! آپ نے بتایا تھا' اس کی سونگھنے کی حِس بہت تیز ہوتی ہے۔ اس کی آنکھیں اور کان کے بارے میں آپ نے کچھ نہیں بتایا۔" فیروز بولا۔

"ہاتھی کی آنکھیں چھوٹی ہوتی ہیں' مگر اس کی نگاہ بہت تیز ہوتی ہے۔ اس کے کان بھی بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ یہ ان کو مکھی' مچھر وغیرہ بھگانے کے کام میں بھی لاتا ہے۔ ایک ہاتھی عام طور پر 60 سے 70 سال تک جی لیتا ہے۔"

"اور اس کا رنگ؟" "کیا یہ کالے ہی ہوتے ہیں؟"

"کالے تو نہیں سرمئی مائل سیاہ ہوتے ہیں۔ کہیں بھورے ہاتھی بھی ہوتے ہیں۔ دراصل ہاتھی جس طرح کی جگہ پر رہتا ہے یعنی جیسی مٹی پر رہتا ہے' اس کا رنگ اسی مٹی سے مطابقت رکھتا ہے۔" بچے کھانا ختم کر چکے تھے۔ کھانا ختم کرنے کی دعا پڑھنے کے بعد سب ہاتھ دھونے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہاتھی ابھی بھی مختلف بچوں کو سواری کروا رہا تھا۔ بچے آہستہ آواز میں گنگنانے لگے۔

بچوں کا ہے ساتھی
نام ہے اس کا ہاتھی

کہانی

ضرب المثل

آگے کنواں پیچھے کھائی

ڈاکٹر الماس روحی

مشرق سے سرخ سورج طلوع ہو گیا تھا۔ صبح کی تازہ ہوا سب کے چہروں کو چوم رہی تھی۔ بید، پیپل، نیم اور بیری کے درخت گاؤں کے گھروں اور کھیتوں کے آس پاس کھڑے جھوم رہے تھے۔ یہ خیر پور گاؤں تھا۔ فیصل کے ابا اکرم ٹریکٹر لیے جا رہے تھے۔ آج انھیں کھیت میں ٹریکٹر چلا کر دھان کے پودے لگانے تھے۔

دوسرے کھیتوں میں بھی سارے ہی کسان اپنا اپنا کام کر رہے تھے۔ زمین دار نے منشی جی کو خاص طور پر کسانوں کے پاس بھیجا تھا۔ اسے فصل اچھی اور زیادہ چاہیے تھی۔ چودھری حاکم علی ایک ظالم شخص تھا۔ وہ کئی ایکڑ زمین کا مالک تھا۔ وہ کسانوں کو ان کی محنت کی کم سے کم اُجرت دیتا تھا۔

یہاں کے کسان برسوں سے مشکل زندگی گزار رہے تھے۔ اس سال بھی چودھری حاکم علی کا خیال تھا، وہ زیادہ سے زیادہ فصلیں لگوا کر اپنی تجوریاں بھر لے گا۔ یہ سب جانتے تھے کہ وہ دولت کا حریص تھا۔ اس کے لالچ نے اسے اندھا اور بہرا کر دیا تھا۔ وہ کسی کی مجبوری نہ دیکھتا اور نہ سنتا تھا۔ گندم، جو، مونگ پھلی، چاول جیسی فصلوں کو ہفتے میں تیار کھڑا دیکھنا چاہتا تھا۔ ہر کسان پریشان تھا۔ گزارا بہت مشکل سے ہوتا تھا۔

اکرم کی بیوی ہاجرہ ایک سمجھ دار عورت تھی۔ اس نے اپنے گھر کے آس پاس کی زمین پر اپنے بچوں کے ساتھ مل کر گلاب، جوہی، چنبیلی، موگرا، گیندا اور موتیا جیسے پھول لگا رکھے تھے۔ اس زمین کی دوسری طرف پودینہ، دھنیا، اروی، لوبیا، آلو، مرچیں اور پیاز جیسی سبزیاں اگائی جاتی تھیں۔ زمین کی تیسری طرف آلوچے، سیب، خربوزے، آم، تربوز اور کھجور جیسے پھل اگائے گئے تھے۔ ہاجرہ کی چھوٹی بیٹی بتول بڑی پھرتیلی تھی۔ صبح سویرے پودوں کو پانی وہی ڈالتی تھی۔ لوگ تازہ تازہ سبزی اور خوشی کے موقع پر خوب صورت، خوش نما پھول ہاجرہ سے خرید کر لے جاتے تھے۔ یوں کسان اکرم کے حالات اور کسانوں سے ذرا بہتر تھے۔ فیصل اکرم کا بڑا فرماں بردار اور ذہین بیٹا تھا۔ وہ اپنے ماں باپ سے بہت پیار کرتا تھا۔ گھر ہوتا تو امّاں کا ہاتھ بٹاتا باہر اپنے ابّا کے ساتھ جاتا تو ابّا کے ساتھ بڑھ چڑھ کر کام کرتا۔ وہ جب کھیتوں میں جاتا تو اسے ہر جگہ اللہ پاک کا نور نظر آتا۔ صبح سویرے ایسا لگتا کھیتوں کے آس پاس کھڑے درخت صبح سویرے ہوا کے ساتھ اللہ کا دم بھرتے پرندوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اکرم کی پریشانی دیکھ کر فیصل حیران تھا۔ ابّا پھر کیوں پریشان ہے؟ زمین دار نے فصل بونے پر کچھ نہیں دیا تب بھی ہم بھوکے نہیں مریں گے اور پھر ہمارے ساتھ اللہ ہے۔ استاد جی اسکول میں بتاتے ہیں کہ جن کے ساتھ اللہ ہوتا ہے۔ ان کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ سارے کھیتوں میں مختلف فصلیں تیار تھیں۔ اچانک آسمان پر ایک جال سا نظر آیا۔

گاؤں میں سب جگہ اندھیرا چھا گیا۔ گاؤں کے سارے چھوٹے بڑے بچے حیران تھے۔ گاؤں کی عورتیں اور کسان کھیتوں کی طرف دوڑ رہے تھے۔ یہ ٹڈی دل کا حملہ تھا۔ بچوں اور کسان کھیتوں کی طرف دوڑ رہے تھے۔ یہ ٹڈی دل کا حملہ تھا۔ بچوں نے چیونٹی، کھٹمل، مکڑی، مچھر، جونک، بھنورے، تتلی، مکھی اور جگنو تو بہت دیکھے تھے۔ یہ ٹڈی دل کیڑا تھا جو بہت سارے تھے، جو فصلوں پر حملہ کر رہے تھے۔ گاؤں کی ساری تیار فصلیں انھوں نے تباہ کر دی تھیں۔

سارے کسان سر پکڑے فکر میں بیٹھے تھے، اب کیا ہو گا؟ وہ ابّا کے ساتھ کھیتوں میں گیا۔ جہاں فصل کے ہر خوشے، ہر پتے، بالی پر ٹڈی دل بیٹھے تھے۔ ابّا نے اسے بتایا یہ ہم کسانوں کے لیے اللہ کا عذاب ہے یا امتحان جو ہماری محنت کو منٹوں میں تباہ کر دیتے ہیں۔ صحرائی ریت میں ان کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ بھورے زرد رنگ کے ٹڈی دل انڈے دینے کے لیے بنجر اور سخت زمین کا انتخاب کرتے ہیں۔ اس کی چھ ٹانگیں ہوتی ہیں۔ ان کا لشکر پرواز کرتا ہے، جہاں ان کا سردار بیٹھتا ہے۔ وہاں سارے ٹڈی دل بیٹھ جاتے ہیں۔

فیصل کی دادی امّاں نے بتایا ”بیٹا! یہ ظالم زمین دار پر اللہ کا عذاب ہے اور کسانوں کا امتحان ہے۔ اس لیے اس سے سب پناہ مانگتے ہیں۔ فصل خراب ہونے پر قحط کا خدشہ ہوتا ہے۔ اس نے پودے پر بیٹھا ٹڈی دل کو غور سے دیکھا، اس کا چہرہ اسے گھوڑے جیسا لگا۔ دم سانپ کی طرح لگی۔ دادی نے بتایا اس کا سینہ شیر کی طرح ہوتا ہے۔ یہ جنگل، کھیتوں اور باغوں کو برباد کر دیتا ہے۔ گاؤں کے بچے بڑے سب پریشان تھے۔ لوگ ٹین بجا بجا کر ٹڈی دل کو بھگا رہے تھے۔ کوئی گلے میں ڈھول ڈالے فصلوں پر کھڑا ڈھم ڈھم کر رہا تھا تو کوئی کپڑا گھما گھما کر انھیں اڑانے کی کوششیں کر رہا تھا، مگر وہ تھوڑی دیر اِدھر سے اُدھر اڑتے اور پھر آجاتے۔ رات ہی رات میں وہ آدھی فصل کھا چکے تھے۔ امّاں نے اتنی محنت سے پھول اور سبزیاں لگائی تھیں۔ انھوں نے سب کچھ برباد کر دیا تھا۔ کسان رو رہے تھے۔ اُدھر غریب لوگ ٹڈی دل کی بریانی بنا کر کھا رہے تھے۔ زمین دار کی بات اپنی جگہ تھی۔ وہ فصل کا نقصان کاشت کاروں سے ہی چاہتا تھا، اگر زمین دار سے کوئی کسان بغاوت کرنے لگا تو اس کے گھر میں فاقے پڑ جائیں گے۔ بے چارے کسان کہاں سے کھائیں گے؟ رہی سہی کسر اس شُتر مرغ کی طرح پتلی چھ ٹانگوں والے کیڑے نے پوری کر دی تھی۔ وہ لعاب نباتات پر چھوڑتا سب برباد ہو جاتا۔ ابّا نے اسے بتایا ”یہ جون جولائی میں سندھ کا رُخ کرتے ہیں اور دوسرے ملکوں اور علاقوں سے آتے ہیں۔“ مگر ابّا اب ہو گا کیا؟ چچا چانڈیو کہہ رہا تھا۔ ”ہمارے لیے آگے کنواں پیچھے کھائی ہے۔ یہ کھیتی خراب ہو چکی ہے۔ اس پر دوبارہ محنت کرنی پڑے گی۔ ورنہ زمین دار کی بات نہ مان کر ہم بھوکے مریں گے۔“ فیصل نے پریشان ہو کر کہا۔ وہ رات دونوں باپ بیٹے سوچتے رہے۔ دوسرے دن اکرم

ڈھول اور فیصل جال لے کر کھیتوں کی طرف گئے۔ اکرم ڈھول سے ڈھم ڈھم پیٹتا۔ ٹڈی دل جیسے ہی اڑتے انھیں فیصل جال میں بھر لیتا۔ پھر بنجر زمین پر جا کر جال پر جراثیم کش (دوا کلورین) کا چھڑکاؤ کرتا۔ اس طرح وہ دونوں بہت تھک چکے تھے۔ اتنے میں چچا چانڈیو اور دوسرے کسان اکرم کے پاس پہنچے اور انھوں نے ایکا کرتے ہوئے کہا: "ہم سب کو زمین دار سے بات کرنی چاہیے۔ ہم غریب کہاں جائیں؟ ہمارے آگے کنواں پیچھے کھائی ہے۔" یوں سب اکٹھے ہو کر زمین دار کے پاس پہنچے۔ چچا چانڈیو زمین دار سے بولے: تم ایک بوری بیج کی ہم کسانوں کو دیتے ہو۔ ہم اسے بوتے ہیں تو اللہ ہمیں سات آٹھ بوری فصل کی لوٹاتا ہے۔ ہماری محنت سے فصل تیار ہوتی ہے۔" فیصل کے ابّا اکرم نے کہا: "فصل بوائی سے لے کر کٹائی تک ہمارا معاوضہ کم ہوتا ہے۔"
"ہاں ہاں! ہم سارا سال محنت کرتے ہیں۔ ہماری محنت کا زیادہ حصہ زمین دار ہی رکھ لیتا ہے۔ ہمارے بچے بھوکے رہتے ہیں۔" یوں دوسرے کسان بھی احتجاج کرنے لگے۔ دوسرے گرمی، برسات کے مہینوں میں مکھیوں اور مچھروں کی وجہ سے وبائی مرض پھیلتا ہے۔ ایک دفعہ گاؤں میں تم نے گھروں کے آس پاس مچھر مار ادویات کا چھڑکاؤ کروایا تھا۔ اب ٹڈی دل کے لیے کوئی قدم کیوں نہیں اٹھایا گیا؟ تمہارا یہ ظلم ہوتا رہا تو ہم کھیتی باڑی چھوڑ دیں گے اور شہروں کا رُخ کر لیں گے۔ جہاں محنت مزدوری کر کے ہم اپنے بچوں کو پال لیں گے۔" زمین دار سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ زمین دار کی بیوی جو بہت ہوشیار تھی۔ وہ دوسرے کمرے میں کھڑی سوچ رہی تھی۔ اس نے اپنے شوہر کو بلایا اور سمجھایا۔
"دیکھو جی! یہ تو سراسر نقصان ہو گا۔ گاؤں خالی ہو جائے گا۔ خالی خولی زمینیں رکھ کر ہم کیا کریں گے۔ ان کی بات مان لینے میں ہمارا کم نقصان ہے اور اگر نہ مانی تو بہت بڑا نقصان ہو گا۔ دوسرے ہمارا بیٹا بہت بیمار ہے۔ علاج کے باوجود کیوں ٹھیک نہیں ہوتا۔ سوچا ہے کبھی ہم نے دوسروں کا حق جور کھا ہے۔" اُدھر فیصل اپنے ابّا سے بولا: "ابّا آج زمین دار کے لیے بھی آگے کنواں پیچھے کھائی ہے۔" "ہاں بیٹا! تم ٹھیک کہہ رہے ہو، اس نے کسانوں کی بات مانی تو اس کی آمدنی کم ہو جائے گی اور اگر کسان گاؤں چھوڑ کر چلے گئے تو اس کی زمین بے کار پڑی رہے گی۔" زمین دار نے سوچ بچار کے بعد اپنا فیصلہ سنایا اور بولا: "میں سب ہاریوں سے وعدہ کرتا ہوں ٹڈی دل کے خاتمے کے لیے شہر سے ادویات کا انتظام کروں گا اور ہر فصل سے آدھا حصہ میں کسانوں کو دوں گا۔" کسان زمین دار کی بات سن کر خوش ہو گئے۔ خیر پور گاؤں میں ایک دم خوشحالی آ گئی۔ زمین دار کا بیٹا بھی صحت یاب ہو گیا۔

مشکل الفاظ

طلوع۔ ظاہر ہونا، نکلنا	اکٹھے۔ جمع
دھان۔ کپاس	ہاری۔ کسان
منشی جی۔ حساب کتاب رکھنے والا	کئی ایکڑ۔ بہت بڑی زمین اجرت۔ مزدوری
تجوری۔ پیسے رکھنے کی خاص جگہ حریص۔	لالچی
نور۔ روشنی	جونک، بھنورے، کھٹمل۔ کیڑوں کے نام
خوشہ، بالی۔ گندم کا سرا	خدشہ۔ خطرہ
کاشت کار۔	کسان۔ فصل اگانے والا
لعاب۔ تھوک۔	ایکا۔ اتفاق

دالوں کی ملکہ

حوریہ بتول

ایک باغ کے درخت پہ بی چڑیا اپنے دو بچوں چیچو اور میچو کے ساتھ رہتی تھی۔ دونوں بھوک کے بہت کچے تھے۔ اسکول سے آتے ہی "بھوک لگ رہی ہے۔" کا نعرہ لگانے لگتے۔ بی چڑیا کبھی سبزیاں اور کبھی دال چاول لے آتی۔
"اماں بی! میں دال نہیں کھاؤں گا۔" چیچو نے اونچی آواز میں کہا۔ "اماں بی! میں بھی دال نہیں کھاؤں گا۔" میچو نے بھی بھائی کی ہاں میں ہاں ملائی۔ آج بی چڑیا نے مسور کی دال اور ساتھ چاول پکا رکھے تھے۔
"آپ ہمارے لئے پیزا بنا دیں۔" کچھ دیر کان میں کھسر پُھسر کرنے کے بعد دونوں نے یک زبان ہو کر کہا۔ "آج پیزا نہیں بنے گا۔ روز روز اس قسم کے کھانے بیمار کر دیتے ہیں۔" بی چڑیا نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔
"اماں بی پھر ہم کھانا نہیں کھائیں گے۔" دونوں نے ایک دوسرے کو نہ کھانے کا اشارہ کیا اور منہ موڑ کے بیٹھ گئے۔ بی چڑیا کو آئے روز ان کی بھوک ہڑتال کا سامنا رہتا تھا۔ اس لیے آج انہوں نے بچوں کو پیار سے سمجھانے کا ارادہ کیا۔
بچو! یاد ہے نا! پچھلے مہینے تم دونوں کس قدر سست رہنے لگے تھے۔ نہ تو ٹھیک سے کھیلتے تھے اور نہ ہی ٹھیک سے پڑھائی کر رہے تھے۔ یہ سب روز روز پیزا، برگر اور اسی قسم کی چیزیں کھانے کی وجہ سے تھا۔ ان دنوں تم روز کھانا کھانے کے بجائے برگر وغیرہ کھاتے تھے۔ بی چڑیا کے کہنے پر چیچو میچو نے حیرت سے ماں کی طرف دیکھا۔
"آپ سچ کہہ رہی ہیں؟" چیچو نے آنکھیں گھماتے ہوئے پوچھا۔ اسے یاد آیا وہ کتنا سست رہنے لگا تھا کہ کلاس میں سب سے پیچھے رہ جاتا۔ وہ دوبارہ پوری کلاس کے سامنے ٹیچر سے ڈانٹ نہیں سننا چاہتا تھا۔ میچو کا بھی کچھ یہی حال تھا۔
"میں بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔" بی چڑیا کے سمجھانے پر دونوں نے روز روز پیزا کھانے سے توبہ کر لی۔
"بی اماں لیکن مجھے دال نہیں پسند۔" میچو نے منہ بسور کر کہا۔
"بیٹا دال تو پروٹین اور فائبر کا خزانہ ہے۔ اور مسور کی دال تو سب دالوں میں بہترین ہے۔ اسے پوری دنیا میں پسند کیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسور کی دال دل کو نرم کرتی ہے۔ اطالوی روایات کے مطابق نیا سال دال کھا کر منایا جاتا ہے۔ دال چوں کہ سکّوں کی مانند گول ہوتی ہے۔ اس لیے اسے دولت کی فراوانی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اٹھارویں صدی میں فرانسیسی شہنشاہ "لوئی پنج دہم" کی ملکہ ماریا نے شاہی دستر خوان پر دال کو فوقیت دی۔ اس لیے مسور کی دال کو ملکہ مسور کہا جاتا ہے۔ امریکا کے بعض علاقوں میں تو دال کا میلا منایا جاتا ہے" چیچو میچو حیرت سے بی اماں کی باتیں سن رہے تھے۔
چڑیا بی نے دال چاول ان کے سامنے رکھے اور پانی لینے چلی گئی۔ دونوں نے مزے لے کر دال چاول کھائے۔ "اماں بی ہم نے ملکہ مسور سے دوستی کر لی ہے۔" دونوں نے مسکراتے ہوئے ماں سے کہا تو بی چڑیا نے سُکھ کا سانس لیا۔

یہی تو ہے عید

سویرا فلک، کراچی

رمضان المبارک کا آخری عشرہ چل رہا تھا۔ عبادتیں اور عید کی تیاریاں دونوں ہی عروج پر تھیں۔ حنا بھی دوسرے بچوں کی طرح عید آنے کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی کیوں کہ عید پر عیدی ملنے، گھومنے پھرنے، مزے مزے کی چیزیں کھانے اور اچھے اچھے کپڑے پہننے کے بہت سے موقع ملتے تھے۔ حنا نے اپنے عید کے جوڑے احتیاط سے الماری میں رکھے تھے۔ ایک نیلے رنگ کا سلور ستاروں والا جوڑا نانی جان نے دیا تھا۔ دوسرا سبز جوڑا جس پر گولڈن ستارے جڑے تھے، دادی جان نے دیا تھا اور ایک گلابی رنگ کی گھیر دار پریوں جیسی میکسی فراک امی ابو نے دلائی تھی۔ اب بس میچنگ کی چوڑیاں اور ہار بندے اور کلپ آنا باقی تھے۔ ابھی عید آنے میں پانچ دن تھے، مگر حنا سے بالکل بھی صبر نہیں ہو رہا تھا۔ امی اور آپی عید کی تیاریوں اور صفائیوں میں مصروف تھیں۔ ابو بڑے بھیّا کے بازار کے کام نمٹانے اور ساتھ ان اہم دنوں کی عبادتوں میں مصروف تھے۔ ایسے میں حنا کی صبح سے بازار جانے کی ضد پکڑنے پر امی کو غصہ آگیا اور انہوں نے حنا کو اپنے کمرے میں جاکر کھیلنے کو کہا کیوں کہ آج انہوں نے شاہدہ خالہ جو حنا کے گھر میں صفائی ستھرائی کا کام کرتی تھیں کو گھر کی صفائی کے لیے بلوایا تھا۔ شاہدہ خالہ کو بھی یہاں سے کام ختم کر کے اور گھروں میں جانا تھا، اس لیے وہ اپنی بیٹی کو بھی ساتھ لائی تھیں جو چھوٹے موٹے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹا دیتی تھی۔ حنا کمرے میں آئی تو ٹی وی پر اس کا کوئی پسندیدہ کارٹون نہیں آرہا تھا۔ موبائل گیم بھی صرف دوپہر میں آدھا گھنٹا کھیلنے کی اجازت تھی۔ گرمی کی وجہ سے باہر کھیلنے بھی نہیں جا سکتی تھی۔ ایسے میں اس کی نظر شاہدہ خالہ کی بیٹی رِدا پر پڑی۔ اس نے اسے ساتھ کھیلنے کو بلا لیا۔ دونوں نے کچن کچن کھیلا۔ دونوں کو بہت مزہ آیا۔ جب دونوں کھیل کر تھک گئیں تو باتیں کرنے لگیں۔ حنا نے کہا: ”آؤ میں تمہیں اپنے کپڑے دِکھاؤں۔“ حنا نے ایک ایک کر کے تینوں جوڑے ردا کو دکھائے۔ ردا بہت شوق سے اور حیرت سے اس کے رنگ برنگے چمک دار کپڑوں کو دیکھ رہی تھی، پھر حنا نے کپڑے واپس الماری میں رکھتے ہوئے ردا سے پوچھا۔ ”اچھا اب تم بتاؤ کہ تم نے عید میں پہننے کے لیے کون سے رنگ کے جوڑے بنوائے ہیں؟“

حنا کے سوال پر ردا اداس ہو گئی اور اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے، اس نے آہستہ سے کہا۔ ”امی کہتی ہیں کہ جب باجیاں یعنی جن گھروں میں وہ کام کرتی ہیں وہ جو کپڑے دیں گے، بس ہم وہی پہن لیں گے۔ ہمارے ابو بھی نہیں ہیں۔ ہم تو بازار ہی نہیں جاتے۔“

ردا کی یہ بات سن کر حنا کا دل بھی اداس ہو گیا۔ اتنے میں شاہدہ خالہ نے ردا کو جانے کے لیے آواز لگائی اور وہ حنا کو خدا حافظ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اُدھر شاہدہ خالہ نے امی کو خدا حافظ کہہ کر چادر اوڑھی ہی تھی کہ حنا بھاگ کر باہر آئی اور ردا کو ایک خوب صورت سا ڈبہ دے کر کہا۔ ”ردا یہ میری طرف سے تمہارا عید کا تحفہ ہے۔“ ردا نے حیرت سے ڈبہ کھولا تو سبز ستاروں والا سوٹ جگ مگ کر رہا تھا۔ وہ مسکرا دی اور شاہدہ خالہ نے بھی اسے بہت ساری دعائیں دیں۔ جب وہ چلی گئیں تو حنا نے امی سے پوچھا کہ ”میں نے ٹھیک کیا ناں۔۔۔؟“ تب امی نے اسے پیار سے برابر میں بٹھایا اور کہا: ”ہاں بیٹی تم نے ٹھیک کیا۔ تحفے دینے سے محبت بڑھتی ہے اور اس طرح غریبوں کی مدد کرنے سے اللہ بھی خوش ہوتا ہے، مگر اگر تم پہلے پوچھ لیتیں تو ہم جب تمہاری چوڑیاں اور جیولری لینے جاتے تو رِدا کے لیے بھی لے لیتے اور وہ بھی گفٹ کر دیتے۔“ یہ سن کر حنا نے جواب دیا۔ ”امی دراصل اب میں بازار نہیں جانا چاہتی میرے پاس پچھلے سال کی بہت ساری چوڑیاں جیولری پڑی ہیں۔ آج مجھے پتا چلا کہ کتنے ہی لوگ ہیں جن کے پاس عید کے نئے کپڑے تک نہیں تو ہمیں بجائے ہر چیز نئی لینے کے ضرورت مندوں کے لیے عید کے کپڑے جوتے لینے چاہییں، کیوں کہ آج رِدا کے چہرے پر خوشی دیکھ کر مجھے جتنا اچھا لگا آج تک اپنی عید کی شاپنگ کر کے بھی نہیں لگا۔“ امی نے حنا کا ماتھا چوم لیا اور بولیں: ”بالکل بیٹی ایسا ہی ہے کیوں کہ خوشی ہمیشہ بانٹنے سے ہی بڑھتی ہے اور یہی خوشی تو دراصل ہماری اصل عید ہے۔“

کون ہیں وہ؟

نظیر فاطمہ

”اُف اللہ کتنا گند ہے۔ مجال ہے لوگ صفائی کی طرف ذرا دھیان دے لیں۔“

”نہ جانے لوگوں کو کب تمیز آئے گی کہ کوڑا ڈرم کے اندر ڈالنا ہے باہر نہیں۔“

”پارک میں بیٹھ کر کھانے پینے کے بعد لوگ کوڑا اُٹھاتے کیوں نہیں؟ گھاس پر کیوں پھینک دیتے ہیں۔“ وہ جہاں جاتا اس قسم کے جملے اس کے کانوں میں پڑتے۔

اس وقت وہ اپنے دوست کے ساتھ پارک میں بیٹھا تھا جب اس کے دوست نے تبصرہ کیا۔

”یار! میں ایک بات سوچ رہا ہوں؟“ اس نے کہا۔

”کیا؟“ دوست نے پوچھا۔

”ہم سب گندگی کے خلاف باتیں کرتے ہیں، اسے برا سمجھتے ہیں تو پھر وہ کون لوگ ہیں جو یہ سارا گند مچاتے ہیں؟“

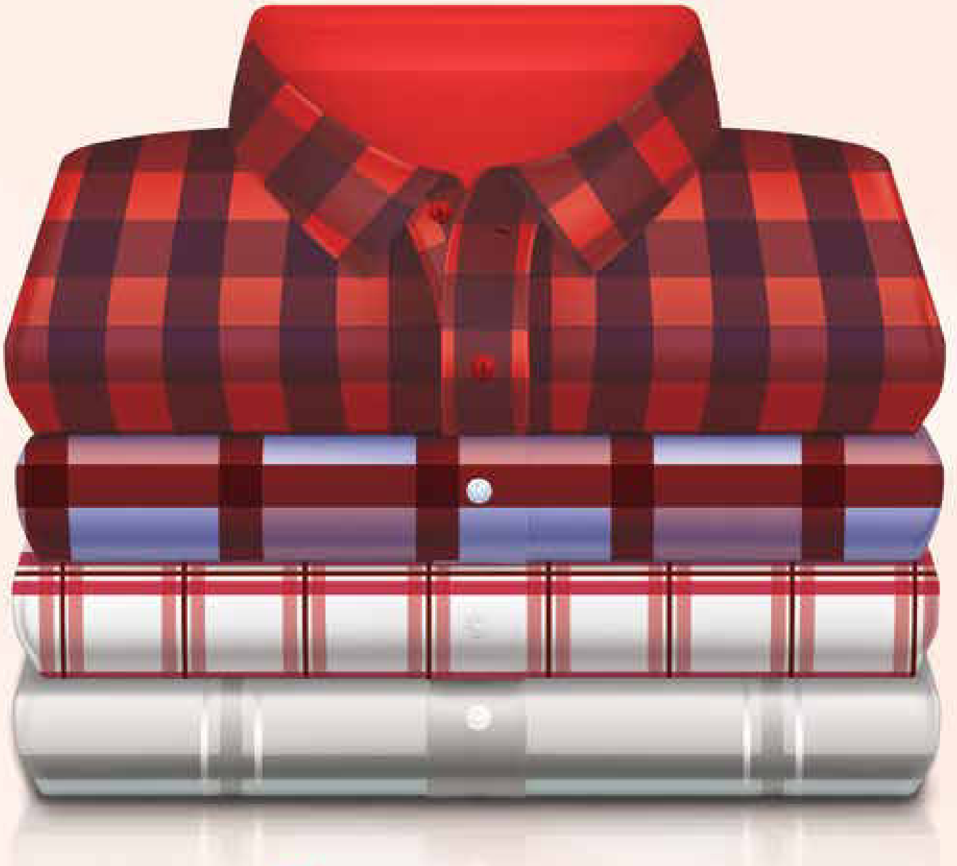

احمد کے تحفے

سمیرا انور

"احمد بیٹا! کیا بات ہے؟ میں نے دیکھا ہے کہ آپ کل سے بہت خاموش ہیں۔ کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتائیں۔" امی جان نے اسے چپ چاپ بیٹھے دیکھا تو اس کے قریب چلی آئیں۔

"امی جان! بات ہی کچھ پریشانی والی ہے۔" احمد کی بات سن کر امی جان اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔

"امی جان! وہ میرا دوست ہے نا احمر۔۔۔ جس کے ابو پچھلے سال وفات پا گئے تھے۔ اس کے دو چھوٹے بہن بھائی اور ماں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ عید کے اس خوب صورت موقع پر ان کے لیے کچھ تحائف خریدوں۔" احمد کی بات سن کر اس کی امی جان بہت خوش ہوئیں اور بولیں: "تم بالکل فکر نہ کرو ہم ضرور احمر کے لیے تحفے خریدیں گے۔"

ان کی بات سن کر احمد کے چہرے پر خوشی کے رنگ بکھر گئے۔

"خالہ! کیا احمر گھر میں ہے؟" احمد نے اپنے دوست احمر کے دروازے پر دستک دی۔

"ہاں بیٹا احمر گھر میں ہی ہے۔" اس کی امی جان نے دروازہ کھولا اور احمد کو اندر آنے کا کہا۔

احمد نے تین بڑے بڑے تھیلے اپنے سامنے میز پر رکھے۔ احمر نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"احمر! تم میرے دوست ہی نہیں بھائی بھی ہو اور میں تمھارے لیے اور اپنے چھوٹے بہن بھائی کے لیے کچھ تحفے لے کر آیا ہوں۔" احمد نے کپڑوں اور جوتوں کے تھیلے کھولتے ہوئے کہا۔ اس نے احمر کے لیے اس کے بہن، بھائی اور امی کے لیے کپڑے اور جوتے خریدے تھے۔

"خالہ جان! مہربانی کر کے انھیں لینے سے انکار نہ کیجیے گا۔ میں اپنے دوست کے لیے بہت دل سے لے کر آیا ہوں۔" احمر کی امی جان کی ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہوئے اس نے جلدی سے کہا۔ اس کی بات سن کر احمر اور اس کی امی جان اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سارے تحفے رکھ لیے۔

عید الفطر کی خوشیوں بھری ساعتیں آن پہنچیں۔ احمد نے نماز عید کی تیاری کی اور اپنے دوست احمر کی طرف چلا آیا تاکہ دونوں دوست مل کر عید گاہ میں عید کی نماز ادا کریں۔

"احمر۔۔۔ تم ابھی تک تیار نہیں ہوئے۔" احمد نے احمر کو پرانے کپڑوں میں دیکھ کر حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں میں تیار ہوں۔ بس وضو کر لوں۔" احمر کی بات سن کر احمد شش و پنج میں مبتلا ہو گیا اور سوچنے لگا کہ وہ کیسے احمر سے پوچھے کہ اس نے اس کے لائے ہوئے کپڑے کیوں نہیں پہنے۔ اس کے چھوٹے بہن بھائی بھی پرانے کپڑوں میں ہی کھیل کود رہے تھے۔

"احمد بیٹا بیٹھو۔ میں تمھارے لیے سویاں لاتی ہوں۔" احمر کی امی جان نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"خالہ جان۔۔۔ خالہ جان ہم اچھے لگ رہے ہیں نا۔" دو بچے باہر کے دروازے سے بھاگ کر آئے اور احمر کی امی کے پاس پہنچ کر خوشی سے پوچھنے لگے۔ انھوں نے وہی کپڑے اور جوتے پہن رکھے تھے جو احمد نے تحفے میں دیے تھے۔

"احمد بیٹا! بات دراصل یہ ہے کہ۔۔۔" انھوں نے ان بچوں کی طرف اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کچھ دن پہلے ان بچوں کے امی، ابو ایک حادثے میں انتقال کر گئے تھے۔ اب یہ بچے اپنی ایک رشتے کی پھوپھو کے پاس رہتے ہیں جس نے رہنے کے لیے صرف چھت دی ہے۔ یہ بچہ ایک ہوٹل میں کام کرتا ہے اور بہت مشکل سے اپنا اور بہن کا پیٹ پال رہا ہے۔ جب مجھے اور احمر کو ان کے حالات معلوم ہوئے تو ہم تمھارے دیے تحفے انھیں دے دیے کیوں کہ انھیں ہم سے زیادہ ان تحائف کی ضرورت ہے۔" احمر کی امی جان نے نم آنکھوں سے ساری بات بتائی۔ ان کی بات سن کر احمد بہت خوش ہوا اور اس نے اس ننھے بہن بھائی کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"اللہ کریم تمھیں دوگنا ثواب دیں گے کیوں کہ تم نے ہمارے لیے جو تحفے خریدے وہ ہم نے آگے دے دیے۔" احمد کی امی جان نے کہا۔

"خالہ جان اللہ کریم آپ کے اور احمر کے خلوص نیت سے بھی بہت خوش ہوں گے کیوں کہ آپ نے خود سے زیادہ دوسروں کو ترجیح دی۔" احمد کی بات سن کر دونوں ماں بیٹا خوش ہو گئے۔ خالہ جان کا شکریہ ادا کر کے احمد اپنے دوست احمر کے ساتھ نماز عید کے لیے چل دیا۔ آج اس کا دل بہت خوش اور مطمئن تھا کیوں کہ اس نے نہ صرف نیکی کی تھی بل کہ اپنے دوست کے دل میں بھی نیکی کا خوب صورت احساس پیدا کیا تھا۔

PERVAIZ UMAR
ENTERPRISE

Highly Experienced Clearing & Forwarding Agents
Advisors and Attorneys in Customs Cases

We are a leading CLEARING, FORWARDING concern operating in Pakistan. We excel to the entire satisfaction of our long list of clientele who have always reposted their complete confidence on us. Imbued with this sense of achievement, we are proud of our countrywide clientele of repute. We are approved and enlisted Clearing and Forwarding Agents of all Commercial and National Banks in Pakistan.

We have vast experience of handling more than 65% imports of Heavy Plants, Machinery and Turn-Key Projects of "Textile, Sugar, Cement and Power Sectors" besides other industrial raw material and commercial consignments, which have enabled us to adopt and handle all sorts of imports and have become our permanent business associates.

Head Office, Karachi

1st Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road
TEL: 021-32630724 - 32633641 FAX: 021-32633646
EMAIL: pervaizumar@hotmail.com
headoffice@pervaizumarenterprise.com

Branch Office, Lahore

19-G, Gulberg II, Lahore.
Tel: 042-35764929 - 35764933
Fax: 042-35764934

بچوں کے فن پارے

اب ہر ماہ کے سب سے بہترین فن پارے پر تین سو روپے انعام دیا جائے گا
گزشتہ مہینے بریرہ اسامہ کا فن پارہ انعامی قرار پایا (ادارہ)

محمد عمر محی الدین، 9 سال، پنجم، برمنگھم

سمط مشتاق 14 سال، دہم بغداد اسکول پیر محل

آمنہ حسن گریڈ 4 دبئی

سارہ جنید، معہد الخلیل، کراچی

لبابہ عبدالحکیم، 8 سال، سوم۔ لاہور

معاذ حسن، 6 سال، ڈبلن آئرلینڈ

حفصہ عمران

پیارے بچو!

رمضان کا مقدس اور بابرکت مہینا ہم سے جدا ہونے کو ہے۔۔۔
جاتے جاتے اس مہمان کا جتنا اکرام کیا جائے کم ہے۔۔۔اس کا اکرام اور قدر یہی ہے کہ اس ماہ کا کوئی لمحہ عبادت سے خالی نہ جائے۔۔۔اللہ کے ذکر سے زبانوں کو تر رکھیں۔۔۔اور خوب نوافل، دعاؤں اور قرآن مجید کی تلاوت کا اہتمام ہو۔۔۔گناہوں سے بچنے کے ساتھ ساتھ لغو، فضول کاموں سے بھی بچا جائے، جیسے بعض لوگ جگ رتا کرتے ہیں لیکن عبادت کی بجائے کھیل کود یا خوش گپیوں میں مشغول رہتے ہیں۔اور کبھی ایسی بے احتیاطی بھی ہوتی ہے کہ اللہ کی نافرمانی ہو جاتی ہے۔ جیسے نماز اور جماعت میں سستی ہو جاتی ہے، خریداری کے لیے بازار جائیں تو نظروں کی حفاظت کا اہتمام نہیں رہتا۔ جھوٹ اور غیبت سے بچنے کی کوشش بھی نہیں رہتی۔
رمضان میں خدمت خلق کا جذبہ بھی خوب ہونا چاہیے۔۔۔اپنے ارد گرد ایسے بچے تلاش کریں جو آپ کی مدد اور تعاون سے عید کی خوشیاں منا سکیں۔اپنے عید کے جوڑوں میں سے ایک جوڑا اپنے کسی مستحق دوست کو ہدیہ کر دیں۔۔۔اور عیدی میں سے بھی اپنے مستحق رشتے دار پڑوسی دوست احباب کی مدد ضرور کریں تاکہ۔۔۔۔ان کی اداس آنکھیں خوشیوں سے روشن ہو جائیں۔۔۔انھیں بھی عید کا مزہ محسوس ہو۔۔۔۔

تو پیارے بچے کرتے ہیں ناوعدہ۔۔۔!!

مئی 2021ء کے سوالات

سوال نمبر 1: کٹل مچھلی میں selcatnet کیا کام کرتا ہے؟

سوال نمبر 2: شیر بادشاہ نے چی چی کے گھر کو کیا قرار دیا؟

سوال نمبر 3: تانیہ کی کشتی کیوں ڈوبی۔۔؟

سوال نمبر 4: ایمن کی خراب عادت کیا تھی۔۔۔؟

سوال نمبر 5: کوکو کے جنگل میں آگ کیسے لگی؟؟

فروری 2021ء کے سوالات کے جوابات

جواب نمبر 1: بندر میاں کی دم لمبی ہو گئی تھی۔
جواب نمبر 2: وہ اپنے کھلونوں سے کسی کو کھیلنے نہیں دیتا تھا۔۔
جواب نمبر 3: چاند اچھا لگتا تھا۔
جواب نمبر 4: دو چوزے نظر آئے تھے
جواب نمبر 5: حضرت ابراہیم بن یزید تیمی رحمۃ اللہ علیہ

سنیے!!!

انعامی سوالات کے جوابات بھیجیں یا فن پارہ
اپنا نام، عمر، کلاس اسکول، مدرسے کا نام اور رابطے کے
لیے موبائل نمبر ضرور لکھیں
یہ جوابات اور فن پارہ وٹس ایپ کرنے کے لیے نمبر
نوٹ کر لیں
0316233908

فروری 2021ء کے سوالات کے درست جوابات دینے پر

ارشمہ نور ڈیرہ غازی خان کو شاباش
انہیں 300 روپے کا انعام مبارک ہو

ماہِ رمضان الوداع

جوہر عباد

کیوں جا رہے ہو ماہِ مہربان الوداع
ہر دل عزیز اور عزیز از جان الوداع
آؤ گے اگلے سال اے رمضان الوداع
بس ایک ہی مہینے کے مہمان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

آئے جو تم تو ہر طرف رونق بکھر گئی
لگتا تھا جیسے زندگی اک دم نکھر گئی
ہر ایک مسلمان کی قسمت سنور گئی
سب کو کیا ہے تم نے شادمان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

جکڑے گئے سارے ہی شیاطینِ پُر فعال
بھڑکائیں مؤمنوں کو کہاں اُن کی یہ مجال
ہو ہی گئے لعین وہ کمزور اور نڈھال
کیا خوب تر بنے ہو پاسبان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

لائے ہو کتنے لوگوں کو صلوٰۃ کی طرف
مسنون نوافل و تسبیحات کی طرف
حتیٰ کہ پاک مال کی زکوٰۃ کی طرف
اے عالی مرتبت و عالیشان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

آمد سے تمہاری گھروں میں رونقیں ہوئیں
افطار اور سحر میں عجب برکتیں ہوئیں
مہمان نوازی میں کیا کیا سبقتیں ہوئیں
رو رو کے کہہ رہے ہیں میزبان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

بچّوں نے بڑے شوق سے روزہ کشائی کی
رمضان کی لذّت سے خوب آشنائی کی
ننھّی عمر میں اللہ کی مدح سرائی کی
پورے ہوئے معصوموں کے ارمان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

لائے جو تم نمازِ تراویح مع القرآن
لگنے لگا عبادتوں میں سب کا ہی دھیان
دل کو عجب سکون ملا روح کو اطمینان
ہم پہ تمہارے کتنے ہیں احسان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

اللہ نے بانٹیں دس دنوں میں رحمتیں دن رات
پھر اِس کے بعد مغفرت کی ہو گئی بہتات
اور آخری عشرے میں جہنم سے دی نجات
واللہ تمہاری ہے کیا آن بان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

بخشی شبِ قدر ہزاروں راتوں سے بڑھ کر
توبہ کی گناہ گاروں نے انجام سے ڈر کر
لاکھوں ہی جہنم سے چھُوٹے اللہ اکبر
شامل ہیں اُن میں بوڑھے و جوان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

میرے نبی ﷺ کے سب سے پسندیدہ ماہ ہو تم
اِس امّتِ آخر کے منظورِ نگاہ ہو تم
ہر ایک روزہ دار کے حق میں گواہ ہو تم
کھولو گے حشر میں درِ ریّان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

پورے مہینے خوب کیا سب کو مستفید
جاتے ہوئے بھی دی مسرّتوں بھری نوید
ہر خاص و عام کے لئے تہوار پُر سعید
عید الفطر کا کر گئے اعلان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

جا تو رہے ہو لوٹ کے آنا پھر اگلے سال
رحمت و بخشش ساتھ میں لانا پھر اگلے سال
زندہ رہے تو ہم کو بھی پانا پھر اگلے سال
جوہرؔ تمہارا اللہ نگہبان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

گلدستہ

ترتیب و پیش کش: حافظ محمد اطہر، متعلم جامعہ بیت السلام

اشعار

متاع زیست کیا، ہم زیست کا حاصل سمجھتے ہیں
جسے سب درد کہتے ہیں، اُسے ہم دل سمجھتے ہیں

انتخاب: نعیم الدین — شاعر: اصغر گونڈی

میعادِ اسیری ختم ہوئی یا منزل آخر آ پہنچی
کیوں آج قفس کا ہر گوشہ گلزا ر بنایا جاتا ہے

انتخاب: محمد علی رضا — شاعر: شعری بھوپالی

اڑائے کچھ ورق نرگس نے کچھ لالے نے، کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

انتخاب: عبدالصد — شاعر: اقبال

خدا ہی جانے کہ تعبیر خواب کیا نکلے
ہوا کے دوش پہ دیکھا ہے رقص شعلوں کا

انتخاب: معاذ حنیف — شاعر: امید فاضلی

مجبور ہو کر ہم اس کی یوں انجمن سے نکلے
جیسے قفس میں پڑ کر بلبل چمن سے نکلے

انتخاب: محمد اسامہ زنگی — شاعر: نظیر اکبر الہ آبادی

امیر جمع ہیں احباب، دردِ دل کہ لیے
پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے

انتخاب: محمد خالد عبی — رشاعر: امیرؔ مینائی

کسی کا مجھ کو نہ محتاج رکھ زمانے میں
کمی ہے کونسی، یا رب ترے خزانے میں

انتخاب: عبدالباری — شاعر: نواب میرزا خاں داغؔ

کون ویرانے میں دیکھے گا بہار
پھول جنگل میں کھلے کن کے لیے

انتخاب: محمود — شاعر: امیر مینائی

دامن جھٹک کے منزلِ غم سے گزر گیا
اُٹھ اُٹھ کے دیکھتی رہی گرد سفر مجھے

انتخاب: راحت — شاعر علی سردار

مراتب تلاوتِ قرآن

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے ایک مرتبہ تلاوتِ قرآن پاک کے مراتب اس طرح بیان فرمائے کہ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ جو کچھ پڑھے اس کے معانی دل پر گزارے۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ پڑھنے والے کا دل حق تعالیٰ کے ساتھ متعلق و مشغول ہو۔

فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھتے ہوئے کم از کم اس شعور کو ہر شخص میں ہونا چاہیے کہ میں اس نعمت کے لائق کہاں تھا اور میرے نصیب ایسے کہاں تھے کہ مجھے یہ دولت ملے۔ اگر یہ سب حاصل نہ ہو تو پڑھنے پر جس ثواب اور جزا کا وعدہ ہے اس کو ذہن میں تازہ اور مستحضر رکھا جائے۔

انتخاب: محمد عزیز الرحمٰن (تاریخ دعوت و عزیمت، مولانا سید ابالحسن ندوی، ج: 3 ص: 134)

رشتوں کے متعلق شریعت کا معیار

رشتوں کے متعلق شریعت کا معیار ہے کہ دین اور تقویٰ کو پیش نظر رکھا جائے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک شخص نے آکر کہا۔ ”میری ایک بیٹی ہے مجھے اس سے بہت محبت ہے، مختلف لوگوں نے پیغام نکاح بھیجا ہے۔ آپ بتائیں میں اس کے لیے کیسے آدمی کا انتخاب کروں؟“ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”اس کی شادی ایسے آدمی سے کرائیے جو اللہ سے ڈرتا ہو، متقی ہو، کیوں کہ اس طرح کے آدمی کو اگر آپ کی بیٹی سے محبت ہو گئی تو اس کی عزت کرے گا اگر نفرت ہو گئی تو اس پر ظلم نہیں کرے گا (اللہ سے ڈرے گا)“

انتخاب: حمنہ طارق (ارشاد الباری شرح بخاری)

کیا آپ جانتے ہیں؟

بوبی (تیرنے والا پرندہ) کا شمار پرندوں کی ان اقسام میں ہوتا ہے جو گہرا غوطہ لگا سکتی ہے۔ اس کے پیر خاصے بڑے بڑے ہوتے ہیں اور انگلیوں کے درمیان جھلی بنی ہوئی ہوتی ہے۔ اللہ نے اسے یہ پیر اس لیے عطا کیے ہیں تاکہ وہ پانی کی سطح پر بھی تیر سکے اور اس کے اندر بھی۔ بوبی غوطہ بھی خوب لگاتے ہیں۔ اکثر مچھلیاں پکڑنے کے لیے یہ سمندروں میں غوطہ لگاتے ہیں اور کتنی کتنی دیر پانی کے اندر رہتے ہیں۔ اسی انداز میں تیرتے ہوئے سطح پر آئے یہ خاصا فاصلہ بھی طے کر جاتے ہیں۔

انتخاب: عائشہ مبارک (سائنسی کہانیاں)

رمضان کے بعد بھی عبادت پر قائم رہو

رمضان المبارک میں الحمد للہ جماعت سے نماز پڑھنے کا اہتمام ہو جاتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب آئندہ سال تک مسجد کی چھٹی ہو گئی، بلکہ یہ کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ نماز باجماعت پڑھنے کی آئندہ بھی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے جو واجبات و فرائض ہمارے ذمہ عائد کیے ہیں وہ ایسے ہیں جن کا کرنا ہمارے لیے مشکل ہو اور آدمی ان کو ادا نہ کر سکے، اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرض ہی کیوں فرماتے۔ لہٰذا جتنے بھی کام ہیں اسے چاہے وہ فرائض کی ادائیگی ہو یا گناہوں سے بچنا ہو وہ سب ہماری وسعت اور اختیار میں ہے، جو کام ہمارے اختیار میں نہ تھا وہ اللہ نے فرض ہی نہیں کیا۔ بات صرف ہمت کی ہے۔ اللہ نے انسان کی ہمت میں بڑی طاقت رکھی ہے۔ اس ہمت کو استعمال کر کے اپنی آئندہ زندگی بھی اللہ کی مرضی کے مطابق اور شریعت کے احکام کے مطابق گزارو۔

انتخاب: محمد اظہر (اسلام اور ہماری زندگی، شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب، ج 11: ص: 155)

ضرب الامثال

*پریت نہ جانے ریت: محبت کے دستور نرالے۔
*پگڑی اتار دی۔ رسوا کردیا۔
*پتھر نہیں پگھلتے۔ سنگ دل کو رحم نہیں آتا۔
*چرخ سے مہتاب توڑیں۔ بہت ہوشیاری دکھانا۔
*رات کا پیٹ بھاری ہے۔ رات سب عیبوں کو چھپالیتی ہے۔

انتخاب: محمد احمد وٹو

تین چیزیں

تین چیزیں مرنے کے بعد بھی فائدہ پہنچاتی ہیں
نیک اولاد، صدقۂ جاریہ، علم جاریہ
تین اشخاص وقت پر پہچانے جاتے ہیں۔
صابر مصیبت پر، سچائی وقت پر، بھائی ضرورت پر
تین چیزیں انسان کو ذلیل کرتی ہیں۔
چوری، چغلی، جھوٹ
تین اشخاص غم میں مبتلا رہتے ہیں۔
حاسد، مفلس، وہمی
تین چیزیں اصلی مقصد سے روکتی ہیں۔
بدچلنی، غصہ، طمع
تین چیزیں زندگی میں ایک بار ملتی ہیں۔
والدین، حسن، جوانی
تین چیزیں جاکر واپس نہیں آتیں۔
تیر کمان سے، بات زبان سے، جان جسم سے
تین چیزیں بھائی کو بھائی کا دشمن بناتی ہیں۔
زر، زن، زمین
تین چیزوں کو پردہ چاہیے۔
کھانا، دولت، عورت

انتخاب: محمد افضال

نعت

سرِ شام گنبدِ سبز تک جو بااحترام نظر گئی
تمہیں کیا بتاؤں جو اس گھڑی دل مضطرب پہ گزر گئی
جو تجلیوں کا نزول تھا، مری روح میں وہ سما گیا
جو فضا میں نکہت خاص تھی وہ مشام جاں تک اتر گئی
جو تمام نکہت ونور ہے، مجھے اس دیار میں یوں لگا
کہ سواری میرے حضور ﷺ کی ابھی اس طرف سے گزر گئی
میں درِ رسول تک آگیا، مجھے اور کچھ نہیں چاہیے
مری آنکھ بجھ گئی تو کیا، مری زندگی تو سنور گئی
مجھے مل گئیں مری منزلیں، کبھی یہ حرم، کبھی وہ حرم
کوئی روشنی میرے ساتھ تھی، میں جدھر گیا وہ اُدھر گئی
یہ جسد ہے میرا جو گھر میں ہے، مری روح اب کہیں اور ہے
مری بات اس نے سنی نہیں، وہ حجاز میں ہی ٹھہر گئی

انتخاب: محمد سعد (شاعر: اقبال عظیم)

کہاوت

"اونٹ کی قیمت اونٹ کی پیٹھ پر، مجھ پر نہیں"

اونٹ کی جو قیمت ہے وہ اونٹ کی پیٹھ پر ہے میرے پاس نہیں ہے۔ یہ کہاوت اس موقع پر کہی جاتی ہے جب کسی کام میں لگائی گئی رقم ہر حال میں وصول ہو جائے خواہ اس میں کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو۔ اس کہاوت کے پس منظر میں ایک چھوٹی سی حکایت جو اس طرح ہے۔

حکایت: ایک تاجر اپنا سامانِ تجارت اونٹ کی پیٹھ پر لاد کر کہیں بیچنے جا رہا تھا۔ راستے میں اس کا اونٹ مر گیا تو دوسرے تاجر ساتھی نے اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہا۔ "اونٹ کے مرنے اور نقصان ہونے کا مجھے بہت افسوس ہے۔" اس پر تاجر نے جواب دیا۔ "یار افسوس کی کوئی بات نہیں۔ اونٹ کے مرنے پر کتنا نقصان ہوگا۔ اس کی قیمت تو اس کی پیٹھ پر لدے ہوئے سامان کو فروخت کرنے سے نکل آئے گی۔ میں قطعی گھاٹے میں نہیں ہوں۔"

انتخاب: جویریہ افضال (اردو کہاوتیں، ڈاکٹر شریف احمد قریشی ص: 85)

حمد

زمیں کے لوگ ہوں یا اہل عالم بالا
ہر اک زباں پہ ہے سبحان ربی الاعلیٰ
ترے قلم کی گواہی مرقعِ عالم
فضائیں آئینہ میں، دل ہو دیکھنے والا
دیے حسین خدوخال تو نے مٹی کو
ترے جمال کے سانچوں نے آدمی ڈھالا
زمین تیرہ کے منہ سے لگا دیا تو نے
مہ و نجوم پھر آسمان کا پیالہ
پڑھے قصیدۂ وحدت، جھوم کون و مکاں
تو سب کا رب ہے کسی نے تجھے نہیں پالا
ہر اک سانس کو میری بنا چراغ حرم
نہ ہو ذرا بھی میرا نامۂ اعمال کالا

انتخاب: ظفر اللہ — شاعر: مظفر وارثی

محاورات

سر سے پانی اونچا ہونا۔	کسی امر کا انتہا کو پہنچنا۔
سر کھجانے کی فرصت نہ ملنا۔	بہت مصروف ہونا۔
سر آنکھوں پر رکھنا۔	بہت احترام کرنا
قسمت کو رونا۔	بدقسمتی پر آنسو بہانا۔
ڈونگرے برسانا۔	بہت تعریف کرنا۔

انتخاب: محمد حسن ظفر

سائل کو ضرور دینا چاہیے

حضرت اُم بُجید رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے دروازے پر مسکین آکھڑا ہوتا ہے (اسے کچھ دیے بغیر واپس کرتے ہوئے شرم آتی ہے) اور دینے کے لیے چیز گھر میں نہیں ہوتی (تو اس صورت میں کیا کروں) فرمایا (جو کچھ ہو سکے) اُس کے ہاتھ پر رکھ دو اگرچہ (بکری وغیرہ کا) جلایا ہوا کُھر ہی ہو۔

انتخاب: محمد عثمان فاروقی (مشکوٰۃ المصابیح ص: 166 بحوالہ ترمذی)

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ

مجبوروں اور لاچاروں کا غمخوار

سال 2020-2021 میں ٹرسٹ کی تعلیمی و رفاہی خدمات سے 3 کروڑ 80 لاکھ سے زیادہ افراد مستفید ہوئے

رپورٹ: خالد معین

سال ہائے گزشتہ کی طرح اس سال بھی **بیت السلام** نے اپنے مخلص احباب اور معاونین کے لیے ٹرسٹ خدمات کی سالانہ رپورٹ تیار کی ہے۔ جس کے مطابق **3 کروڑ 80 لاکھ** سے زیادہ افراد کو یہ فائدہ پہنچا۔ ذیل میں کچھ اہم اعداد و شمار دیے جارہے ہیں

لاک ڈاؤن ریلیف

گزشتہ سال کی خدمات میں ایک بہت بڑی خدمت اس موقع ہے جب کورونا وبا کی وجہ سے لاک ڈاؤن لگایا گیا اور دیہاڑی دار مزدور یا چھوٹے کاروباری احباب کے لیے گزراوقات مشکل ہوگئی تو بیت السلام نے تقریباً 68 لاکھ افراد کی خدمت کی۔ اس دوران میں راشن، تیار کھانا، پکی پکائی روٹی اور سبزیاں فراہمی کا سلسلہ جاری رہا۔

فراہمی آب

درجنوں مقامات پر پورا سال مسلسل پانی فراہمی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ حادثات اور سانحات کے موقع پر پہلی امداد کے طور پر پانی پہنچانے کی کی بھی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے جب کہ گزشتہ سال پس ماندہ بستیوں میں 164 ہینڈ پمپ نصب کیے گئے جب کہ 2 آر او پلانٹ لگائے گئے۔ ایک اندازے کے مطابق تقریباً 50 ہزار افراد تک پانی پہنچایا گیا۔ اس تعداد میں لاک ڈاؤن ریلیف کی تعداد شامل نہیں۔

کمبل، لباس اور دیگر ضروریات

اندرون و بیرون ملک تقریباً 1 لاکھ 50 ہزار افراد تک کمبل، لباس اور گھریلو استعمال کے برتن اور دیگر ضروری چیزیں پہنچائی گئیں۔

تعلیمی اسکالرشپ

اندرون و بیرون ملک 400 سے زیادہ تعلیمی اداروں کے تقریباً 50 ہزار طلبہ وطالبات کو یہ اسکالرشپ دی جارہی ہے۔ اس میں ابتدائی دینی اور بنیادی عصری تعلیم سے لے کر انتہائی اعلیٰ دینی اور عصری علوم کے طلبہ وطالبات شامل ہیں۔

عید قرباں

ایک اور موقع عید الاضحی پر قربانی کا گوشت دور دراز اور پس ماندہ بستیوں تک پہنچانے کا تھا علاوہ ازیں صدقے اور عقیقے کا گوشت بھی مستحق گھرانوں تک پہنچانے کا سلسلہ جاری رہتا ہے اس طرح تقریباً 42 لاکھ افراد تک گوشت پہنچایا گیا۔

طبی امداد

40 ایمبولینسیں مسلسل مصروف خدمت رہتی ہیں۔ گزشتہ سال پاکستان میں فری طبی کیمپوں اور بیت السلام ٹیلی میڈیسن کلینک سے اور بیرون ملک بھیجی جانے والی طبی امداد سے مستفید افراد کی تعداد تقریباً 1 لاکھ ہے

روٹی پلانٹ

2017ء میں ترکی، شام، سرحدی علاقہ میں ایک روٹی پلانٹ لگایا گیا تھا جو الحمد للہ تاحال روزانہ 1 لاکھ 20 ہزار روٹیاں فراہم کررہا ہے، جب کہ اس سال ایک اور روٹی پلانٹ لگایا گیا ہے جو یکم مارچ سے روزانہ 1 لاکھ 75 ہزار روٹیاں فراہم کررہا ہے۔

راشن فراہمی

معذوروں، بیواؤں اور مہلک امراض کا شکار افراد کے لیے راشن فراہمی کی بات کی جائے تو اب تک کے دستیاب اعداد و شمار کے مطابق تقریباً 5 لاکھ 50 ہزار افراد تک راشن پہنچایا گیا (کورونا لاک ڈاؤن متاثرین کی تعداد اس میں شامل نہیں۔)

کمبل اور لباس وغیرہ

پاکستان، شام اور بنگلا دیش میں 31 ہزار سے زیادہ کمبل تقسیم کیے گئے اور ہزارہا افراد تک جیکٹیں، گرم شالیں، اور پہننے کے دوسرے کپڑے پہنچے۔

کلاتھنگ بنک

ملک بھر میں نصب 89 کلاتھنگ بنکوں سے تقریباً 50 ٹن کپڑا حاصل ہوا۔ ناقابل استعمال اضافی کپڑے ری سائیکل کیے جاتے ہیں جب کہ نیا اور قابل استعمال لباس مستحق افراد تک پہنچایا جاتا ہے

پکا پکایا کھانا

اس کے تحت گزشتہ سال تقریباً 22 لاکھ 25 ہزار افراد تک پکا پکایا کھانا پہنچایا گیا۔ اس میں بیت السلام دسترخوان، بیت السلام فوڈ بنک کے ساتھ ساتھ حادثات و سانحات کے موقع پر متاثرین تک پہلی امداد کے طور پر کھانا پہنچایا جاتا ہے۔ مثلاً بارش میں پھنسے ہوئے لوگ یا زلزلے وغیرہ کے بعد متاثرہ علاقے میں رہنے والے گھرانے۔ واضح رہے اس تعداد میں لاک ڈاؤن کے دوران پہنچایا جانے والا پکا پکایا کھانا شامل نہیں ہے

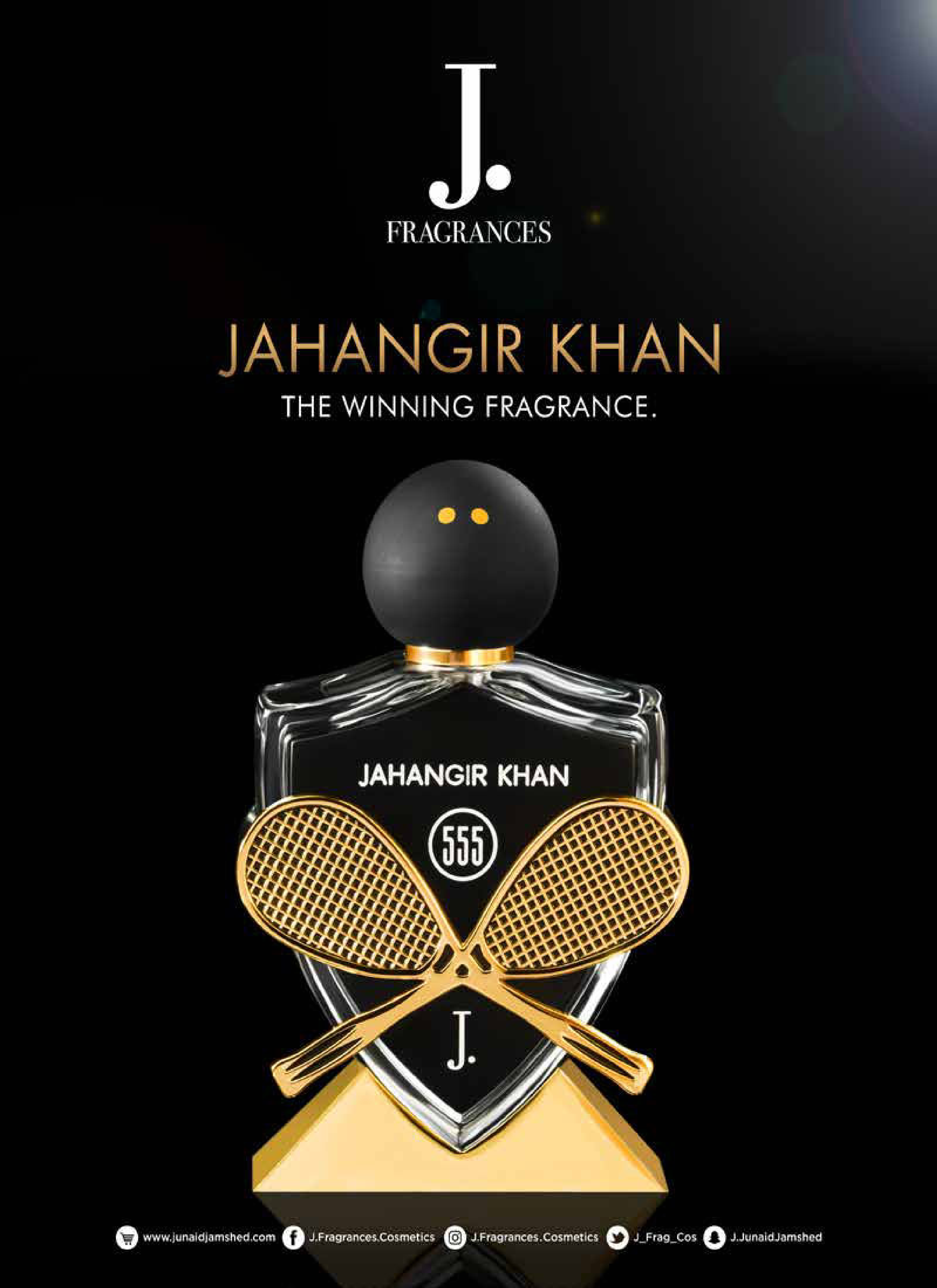
J.
FRAGRANCES
JAHANGIR KHAN
THE WINNING FRAGRANCE.
JAHANGIR KHAN
555
J.
www.junaidjamshed.com
J.Fragrances.Cosmetics
J.Fragrances.Cosmetics
J_Frag_Cos
J.JunaidJamshed

Bluebird
Arts
PAINT YOUR DREAMS
QUALITY PAINT PRODUCTS
SINCE 1956
SAVE 10%
EXCLUSIVE DISCOUNT
COUPON
'SALAM10'
Bluebird
ACRYLIC
POURING
MEDIUM
Bluebird
ACRYLIC
COLOUR
You don't have to be an artist
to create crazy pour art!
LEARN NOW
POURING MEDIUM | Acrylic
WhatsApp
031-BLUEBIRD (031-25832473)
www.bluebirdarts.pk
Proudly
MADE IN
پاکستان
PAKISTAN
design EXHIBIT®